ووصّینا الانسان

الوصی

اثبات وصایت وخلافت بلافصل جناب امیرالمومنین ع

جس مین اوس رسالہ کا بھی جواب ہے جو الوقاص

نامی جبلپور سے شایع ہوا ہے باین غرض کہ حضرت علیؑ

وصی الرسول نہ تھے

المولّف

سید اختر حسین مولف فتح الرحمان ۔ وفقہ علی

در مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن طبع گردید

الوصی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد رسالہ **الوقاص** مولفہ جناب عبدالرزاق عارف جبلپوری ہمارے پیش نظر ہے جسکا نام اوربھی نہیں سنا گیا تھا اگر یہ رسالہ نفس مطلب کے متعلق ہوتا کہ انکار وصایت جناب امیرالمومنینؑ اسکا مقصد ہے تو کہہ سکتے تھے مذہب خوارج کی مباحث کا منشا ہے کیونکہ اہلسنت والجماعت مین تو کوئی ایسا نہین معلوم ہوتا جو اس کا منکر ہو یہانتک کہ جس طرح حضرت علی آپکا اسم گرامی ہے اوسی طرح وصی بھی آپکا ایسا لقب ہوگیا ہے کہ بجز آپکے کوئی سمجھا ہی نہین جاتا۔

مقصود اس رسالہ کا جیسا کہ اون کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے **شمیمۃ الاخلاص** کا جواب دینا ہے جو مولوی سید عبدالعزیز صاحب احمر نے بحمایت ملا طاہر سیف الدین صاحب لکھا تھا چونکہ مولوی سید عبدالعزیز صاحب احمر نے اپنے کو اہلسنت سے ہونا ظاہر کیا تھا اسی وجہ سے جناب عبدالرزاق صاحب کو غیرت آئی ورنہ اسکی ضرورت نہ تھی۔

سرصفحہ پر آپ لکھتے ہین حضرت علیؑ **وصی الرسول** نہ تھے جن پر شیعون اور خصوصاً داؤدی بوہرون کے ملا صاحب کے عقائد کی بنیاد ہے اور

رہ سکتے ہ

اس کا مطلب ہماری سمجھ مین نہین آتا۔ کیونکہ جناب امیر کو وصی رسول ماننے والے تو صرف شیعہ۔ اور داودی بوہرے ہی نہین بلکہ جتنے مسلمان آجتک گذرے ہین یا گذرینگے بشرطیکہ اہل اسلام سے ہون جنکو احادیث رسول اللہ پر ایمان لانا لازم ہے جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ سب کو ماننا ضروری ہے

ہان آخری فقرہ کہ ملا صاحب داعی مطلق نہین رہ سکتے" یہ بتا رہا ہے کہ یہ تحریر کسی سنی کی نہین ہے بلکہ بوہرون ہی سے کسی نے یہ رسالہ لکھوایا ہے جو ملا صاحب کے مخالفین سے ہین۔ کیونکہ شیعہ۔ سنی کی بحث تو اس غرض سے ہو ہی نہین سکتی بلکہ خارجی بھی اس حیثیت سے نہین بحث کر سکتا۔

بہر حال اگر آپکو ملا صاحب سے کسی وجہ سے مخالفت ہے تو ہمکو اوس سے بحث نہین مگر جو روش آپنے اختیار کیا ہے اوس مین کامیابی ناممکن ہے کیونکہ وصایت جناب امیر سے انکے داعی مطلق ہونے کو کسی طرح کا تعلق نہین ہان اگر آپ یہ ثابت کر دین کہ وہ اپنے والد کے وصی و جانشین بالنص نہین ہین تو البتہ ملا صاحب کے دعوی کی تکذیب ممکن ہے۔ ورنہ اگر بفرض محال یہ ثابت بھی ہو جائے کہ جناب امیر وصی رسول نہ تھے تو اس سے اون کو کیا ضرر ہوگا۔ اور داعی مطلق کی اصطلاح تو صرف بوہرون کی ہے اور شیعہ و سنی تو ہر شخص کو داعی مطلق جانتے ہین جو خدا اور رسول و دین حق کی طرف دعوت کرے کلکم راع کلکم مسئول

انکی اس دورخی تحریر نے ہمکو مجبور کیا کہ اس تحریر کا جواب لکھین ورنہ ہم شیعہ اثنا عشری کو اسکی ضرورت نہین کہ ملا صاحب کی حمایت مین قلم اوٹھائین نہ ہمارے بحث کو اوس سے تعلق ہے ہمکو تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ جناب امیر وصی رسول باتفاق فریقین تھے۔ جو حضرت کی خلافت بلا فصل کو نہین بھی مانتے وہ بھی اسکے قائل ہین کہ جناب امیر وصی رسول اللہ تھے۔ بلکہ لفظ وصی کا استعمال

غیر جناب امیر پر ہوتا ہی نہین۔

بہر حال آپ لکھتے ہین "بعض احباب متقاضی ہین کہ مسئلہ وصایت کے متعلق ہین کچھ اپنے معلومات لکھدون اگرچہ مجھے مکروہات زمانہ سے فرصت نہ تھی اور نیز یہ کہ مین اس کا اہل بھی نہ تھا تاہم احباب کی خاطر سے مجھے مختصراً اپنے خیالات ظاہر کرنے پڑے گا"

یہ فقرہ عجب طرح کا گول معلوم ہوتا ہے کیونکہ شمیمة الاخلاص مین نہ وصایت پر کچھ زور دیا گیا ہے نہ اوسکی حقیقت دکھائی گئی ہے پھر کیون احباب کو اسکی فکر پڑی کہ آپسے اسکی استدعا کرین۔ اور کیا مذہب اہلسنت مین کوئی عالم نہ تھا جسکی طرف رجوع کرتے اور اون سے اسکی فرمایش کرتے خصوصاً جبکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ اسکے اہل نہین ہین۔

یہ بھی عجب معاملہ ہے کہ اعتراض ہے جناب ملا طاہر سیف الدین صاحب پر جو بوہرون کے مذہبی پیشوا ہین۔ مگر حامی یا مخالف اہلسنت ہین یا شیعہ اور اور خود بوہرون کا کوئی قلم نہین حرکت کرتا حالانکہ اون مین بھی اہل علم ہین جواب کچھ لکھ سکتے ہین۔ جس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ یہ سب اثر ہے ملا صاحب کے کمال ضبط و احتیاط کا جو اپنی قوم سے کسی کو بھی اسکی اجازت نہین دیتے کہ وہ رد و کد مین پڑین۔ یہ ایسی مثال ہے کہ دنیا مین شاید ہی کوئی اسکی نظیر ہو سکے کیونکہ جوش انتقام مین جذبات کا متحرک ہونا فطری امر ہے۔

ہم اسکے اظہار پر مجبور ہین کہ اگر ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السّلام کو کچھ بھی اطمینان نصیب ہوتا تو نہ معلوم کیسی روحانی تعلیم ہمکو ملتی کہ پھر کسی معترض کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملتا جسکے جواب کی ضرورت ہوتی۔ مگر آہ وہ زمانہ تو ایسا تھا کہ خود سلطنت اونکی مخالف تھی اور کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ اون حضرات کے فیوض باطنی سے کوئی مستفیذ ہو یہانتک کہ قیدخانے اور سولیان اونھین لوگون کیلئے تھین جو ائمہ اطہار کے موافق تھے ورنہ اور جرم کی تو کوئی بازپرس بھی اتنا

نہ ہوتی جس طرح اس زمانہ مین گورنمنٹ انگریزی نے سبکو مذہبی آزادی دی ہے اور کوئی نہین پوچھتا کہ تم امام بنے ہو یا نبی یا خدا ہمکو تو حفظ امن مطلب ہے اوسی طرح اگر سابق زمانہ مین یہ آزادی ملی ہوتی تو آج دنیا مین شاید ایک شخص بھی نہ ملتا جو دوسرے مذہب کا پیرو ہوتا کیونکہ ان حضرات کی اخلاقی تعلیم اور روحانی تاثیر ہی ایسی ہوتی کہ اس مذہب سے علیحدہ نہ ہوتا حضرت امام مہدی عجل اللہ ظہورہ کے نسبت جو بہ اتفاق فریقین یہ پیشگوئی ہے کہ آپکے عہد کرامت مہد مین قاف سے قاف تک ایک مذہب ہوگا تو اوسکا یہ مطلب نہین ہے کہ صرف جہاد سے یہ کام ہوگا بلکہ اون حضرت کی روحانی تاثیر ایسی ہوگی کہ پھر کوئی دوسرا مذہب باقی ہی نہین رہ سکتا کیونکہ نفس انسانی طالب کمال ہے اور جب کمال ملجائیگا تو فوراً اوسکی طرف میلان ہوگا۔

مثال کے لئے جناب امام رضاؑ کی وہ حالت کافی ہے کہ جب حضرت کو مامون رشید نے نماز عید پڑہانے کا حکم دیا ہے اور آپ حسب سنت رسول اللہؐ دولتسرا سے برآمد ہوئے ہین تو تمامی حضار پر کیا کیفیت طاری ہوئی حالانکہ وہ سب شیعہ نہ تھے بلکہ تمامتر اہلسنت میں سے تھے جن مین امرا و روسا و لشکر سب شامل تھے۔

غرض اگر حضرات ائمہ طاہرین کو یہ لوگ موقع دیتے کہ وہ اپنی روحانیت پھیلاتے اور اپنے اخلاق کو جو عین اخلاق رسول اللہ تھے اہل دنیا کو دکھاتے تو شاید کوئی متنفس بھی آپکی تعلیم سے علیحدہ نہ ہوتا مگر افسوس کون خیر خواہ اسلام تھا جو اس نکتہ کو سمجھتا اونھون نے تو ملکی فتوحات مین اسی کو مقدم کیا کہ قبل اسکے کہ وہ لوگ دوسری طرف جائین پہلے خانۂ رسول ہی کو تباہ و برباد کرین کہ اگر ان کا کسی طرح اقتدار باقی رہیگا تو ہماری کوئی نہ سنے گا

غرض جناب مولوی عبد الرزاق صاحب جبلپوری نے یہ رسالہ الوقاص لکھکر صرف بوہرون ہی کو نہین ستایا بلکہ تمامی اہل اسلام کو خواہ وہ سنی

ہون یا شیعہ۔ اثنا عشری ہون یا غیر اثنا عشری کیونکہ انکار وصایت جناب امیر اوس وقت تک تو ناممکن ہے کہ دنیا مین ایک شخص بھی کلمہ گو رہے کیونکہ جس روز توحید و رسالت کا اعلان کیا گیا ہے اوسی روز تو اوسی مجمع مین اوسی شخص کی زبان سے وصایت جناب امیر کا اعلان بھی کیا گیا۔

ہان اگر یہ شخص اسکا اعلان بھی کر دے کہ محمد بن عبد اللہ کوئی شخص نہ تھے جو مدعی رسالت ہوئے تو البتہ ممکن ہے وصایت جناب امیر سے بھی انکار کرے ورنہ اگر آسمان لاکھ چکر کھائے تو انکار ممکن نہین۔

الوقاص مین دعوی کیا گیا ہے کہ ملا طاہر سیف الدین صاحب نے مذہب اہلسنت والجماعۃ کے بزرگون پر تبرا سے کام لیا ہے اور نیز سوائے مذہب بوہرون کے تمامی مذاہب کو جہنمی شمار کیا ہے۔

اگر یہ شکایت کسی طرح جائز ہوتی تو سب سے پہلے ہم اسکے شاکی ہوتے جو شیعہ اثنا عشری ہین کیونکہ ہم کو بھی تو وہ اہل حق سے نہین مانتے مگر افسوس یہ شکایت بیجا ہے کیونکہ جو شخص جس مذہب کا ہوتا ہے اوسی کو حق سمجھتا ہے اور دوسرے کو ناحق ورنہ اگر حق سمجھتا تو کیون اوسکو ترک کرتا۔

مگر ناحق سمجھنے کو تبرا سمجھنا یہ آپکی نئی اصطلاح ہے کیا صلح حدیبیہ مین جو کفار نے رسول اللہ کا لفظ نہ لکھنے دیا کہ اگر ہم آپکو رسول سمجھتے تو کیون جنگ کرتے تبرا تھا۔ عمرو عاص نے لفظ امیر المومنین نہ لکھنے دیا کہ اگر آپکو امیر المومنین سمجھتے تو کیون جنگ کرتے۔ کیا یہ تبرا تھا۔

تبرا کا لفظ ایسا نہین ہے جو محتاج تشریح ہو آپ قرآن و حدیث مین دیکھ لیجئے اسکے واسطے الفاظ مخصوص ہین۔ خود رسول اللہ نے فرمایا اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد بن ولید۔ یا اللھم العن فلانا یہ تبرا ہے نہ یہ کہنا کہ ہم حق پر ہین تم باطل پر ورنہ لازم آتا ہے کہ امام مسلم نے بخاری پر تبرا کیا ہو

جنکے مذہب کو مسلم نے باطل کیا ہے اور پھر دنیا مین کوئی ایسا شخص نہین رہتا جسپر تبرا نہ کیا گیا ہو۔

ہان کسی شخص کا کسی مذہب کو اختیار کرنا اسکی دلیل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو حق سمجھتا ہے اور دوسرے باطل لہذا ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنی حقیت ثابت کرے۔ نہ یہ کہ کہیے فلان نے ہمپر تبرا کیا۔

یہ جو مشہور ہے کہ شیعون کے چہرہ پر تبرا لکھا رہتا ہے اوسکی تصدیق آپکی عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ رسالہ ضوء نور الحق المبین مین بزرگان مذہب اہسنت پر تبرا کیا گیا۔ حالانکہ نہ اوس کتاب کو آپنے دیکھا ہے نہ ہمنے بجز اسکے کہ چند عبارتین اوسکی محمد اسمعیل سرپادہ نے نقل کی ہین جس مین مطلق تبرا کا نام نہین بجز اسکے کہ اپنے مذہب کے حق ہونے کا دعوی کیا ہے جسکا ہر شخص کو حق ہے اگر آپکو مذہب اہسنت کی حقیت کا دعوی ہو تو پیش کیجیے۔

دوسرا آپکا یہ بھی ہے کہ شمیمۃ الاخلاص کا یہ دعوی اہل الجماعۃ والسنۃ سے مراد بلاقیل وقال عامہ مسلمین ہین" غلط اور صراحۃً باطل ہے۔

مگر افسوس یہ دعوی بھی بوجہ لاعلمی ہے کیونکہ تمام اہل علم کو معلوم ہے مسلمانون کے اسلام کی ابتدا اوسی روز سے ہوئی جس روز حضرت نے اپنی نبوت اور جناب امیرؑ کی وصایت وخلافت کا اعلان کیا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔

اوسکے بعد سے مسلم و کافر دو لفظ مقابل قرار پائے۔ مسلم مین منافق بھی داخل تھے اور کافرین یہود و نصاری و مشرکین سب شامل تھے۔ مسلمانون مین جنھون نے خصوصیت کے ساتھ جناب امیرؑ کی متابعت کی وہ شیعہ کہلائے مگر نہ اس طرح کہ یہ کوئی فرقہ علیحدہ ہو بلکہ سب مسلمان ہی کہلاتے تھے اور خاص خاص لوگ جنکو زیادہ اختصاص تھا جناب امیرؑ سے وہ شیعہ کہلاتے۔

جناب امیرؑ کی خلافت تک یہی لفظ مسلمین عام طور پر جاری رہا اور خاص خصوصیت سے شیعہ کا لفظ بغرض اظہار خصوصیت و موالات استعمال ہوتا جیسا کہ

طرفداران حضرت عثمان کے نسبت عثمانیہ اور معتزلہ کا لفظ استعمال ہوتا ملاحظہ ہو تاریخ کامل صـ۷۲ جلد ۳

وبایعت الانصار الا نفراً یسیراً منہم حسان بن ثابت ۔۔ وکانوا عثمانیہ

اور تاریخ ابو الفدا مین ہے وسموا ھولاء المعتزلۃ لاعتزالھم علیا صـ۱۷۱

کہ یہ لوگ معتزلہ کہلاتے تھے۔ مگر یہ لقب نہ عام مسلمین کا تھا نہ اس نے رواج عام

پایا یہانتک کہ جناب امام حسنؑ اور معویہ سے صلح ہوئی فسمی ھذا العام الجماعۃ

لاجتماع الامۃ علی خلیفۃ واحد صـ۱۳۲ تاریخ الخلفا۔

یعنی اوس سال کا نام سنۃ جماعۃ رکھا گیا اسوجہ سے کہ تمامی امۃ کا اجماع ہوا

ایک خلیفہ پر۔ اور استیعاب بن عبد البر کی مین ہے فسمی عام الجماعۃ۔

یعنی اوس سال کا نام سنۃ جماعۃ رکھا گیا اور یحیٰی بن الحسن القرشی نے منہاج

التحقیق مین لکھا ہے ھذا سبب تسمیۃ الجمہور بتا ھل السنۃ ان معاویۃ

حین من سب علیا سمی ذلک العام عام السنۃ وبہ سمیت

اھل السنۃ اور ابانہ علامہ ابن بطہ مین ہے انما سمی ھذا الاسم یزید

بن معویہ لما ادخل راس الحسین۔ یعنی جب جناب امام حسینؑ کا سر اقدس

دمشق مین داخل کیا گیا تو اوس سنہ کا نام سنۃ جماعۃ رکھا گیا کما فی رسالۃ الایمان

صـ۳۲ جلد ۲ ملـ

غرض اھلسنت والجماعۃ کا نام سنہ ۴۱ سے رائج ہوا جو اوس سنہ کا نام ہے

جس سال جناب امام حسنؑ اور معویہ سے صلح ہوئی۔ اور اسقدر تو خود شاہ عبد العزیز

دہلوی نے بھی تحفہ مین اقرار کیا ہے۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنی اور تفضیلیہ سے ہین زمانہ

سابق مین لقب ان کا شیعہ تھا جب غلاۃ اور روافض اور زیدیون اور

اسماعیلیون نے اس لقب سے آنکو ملقب کیا اور قباحت عقلی و عملی ان سے

کہ حق و باطل ایک صورت کے نہ ہو جائیں فرقہ سنیہ اور تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے حق میں ناپسند کیا اور **اہلسنت وجماعت** اپنا لقب قرار دیا صفحہ ۲ جس سے معلوم ہوا کہ یہ **لقب نہ خدا و رسول** سے انکو ملاہے نہ خلفائے ثلثہ سے بلکہ صرف شیعون کے مخالفت مین یہ نام اپنا اپنے اختیار سے رکھا۔

شاہ صاحب لقب شیعہ کا سلسلہ سے قرار دیتے ہین چنانچہ لکھتے ہین قایمہ لوگ جنکا لقب شیعہ ہو اگروہ مہاجرین و انصار اور اونکے تابعین سے ہین کہ ہم جلیس تھے پیرو حضرت مرتضیٰ کے تھے جس وقت آپ انکے خلیفہ ہوئے ان لوگون نے ہمیشہ صحبت آپکی اختیار کی اور مخالفین سے لڑتے رہے اور مطیع انکے امر و نہی کے ہوئے انکو شیعہ مخلصین کہتے ہین اور یہ لقب الکا سنہ ھجری مین ہوا اونکے بعد شیعہ تفضیلیہ ظاہر ہوئے صفحہ ۳

جناب عبدالرزاق صاحب غور کرین کہ **اہل الجماعۃ والسنۃ** سے بلا قیل و قال عامہ مسلمین مراد ہوئے یا نہین کیونکہ سنہ تک تو کہین اس نام کا وجود نہ تھا معاویہ نے بعد صلح جو یہ نام رکھا تو وہی مشہور ہوا اور عام طور سے اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے لگے کیونکہ شاہ صاحب نہایت وضاحت سے لکھتے ہین وہ سب پہلے شیعہ تھے مگر جب شیعہ کا لقب زیدیہ وغیرہ نے اختیار کیا تو اون لوگون نے اپنا نام **اہلسنت والجماعۃ** رکھا جس سے معلوم ہوا کہ اصلی سبب وہی ہے کہ معاویہ نے اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا تھا۔ تو اوسی مناسبت سے اس فرقہ نے اپنا نام اہلسنت والجماعۃ رکھا۔ شیعہ و سنی کی تقسیم ایک ایسا امر ہے کہ دوست و دشمن سب جانتے ہین چنانچہ مارش صاحب ذکر فرق اسلامیہ مین لکھتے ہین پس دو فرقے ہوئے ایک محب علی جسکو شیعہ کہتے ہین ایک دشمن علی جسکو سنی کہتے ہین خلاصۃ التواریخ حصہ دوم صفحہ

رہا یہ امر کہ علمائے اہلسنت نے بہت سے فرقون کا نام علیحدہ علیحدہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مستقل فرقے ہین جو قسیم ہین شیعہ و سنی کے حالانکہ ایسا

نہین ہے کیا خوب لکھا ہے مولوی شبلی صاحب نعمانی نے کہ اوس زمانہ مین ایسی
حرکت پیدا ہوئی کہ جسکے منہ سے جو بات نکلی مذہب بنگئی اس طرح چند ہی روز مین
بیسیون فرقے نکل آئے ملل ونحل اور کتب شرح عقائد مین ہر ایک فرقہ کے
حالات ومعتقدات لکھے ہین لیکن یہان انکے نام تفصیل کے لکھنے کا موقع نہین
پھر لکھتے ہین محققین نے تسلیم کیا ہے کہ فرقون کے تعداد کی یہ کثرت درحقیقت صحیح
نہین اصل مین صرف چند فرقے ہین پھر ایک ایک فرقہ کے بہت سے فرقے بنگئے
ہین شرح مواقف مین لکھا ہے کہ اسلام کے اصل ۸ فرقے ہین شیعہ سنی خارجی
مرجیہ نجاریہ معتزلہ جبریہ مشبہہ علامہ مقریزی نے تاریخ مصر مین یہ تعداد اور بھی گھٹا دی
ہے اور صرف پانچ فرقے قرار دئے ہین سنی شیعہ معتزلہ خارجی مرجیہ صفحہ ۲ علم الکلام
مگر ہم کہتے ہین کہ یہ بھی زیادتی ہے اصل مین دو ہی فرقہ ہے ایک شیعہ دوسرے
سنی جسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ انھین اہلسنت کو کبھی عثمانی کہا جاتا ہے کبھی معتزلہ
جیسا کہ تاریخ کامل وابوالفدا سے مذکور ہوا اور غنیۃ الطالبین مین ہے

وتسمیہا الجہمیۃ مشبہۃ ص ۲۱۶
یعنی جہمی لوگ اہلسنت کو مشبہ کہتے ہین کیونکہ وہ صفات باری کے قائل ہین
وتسمیہا الرافضۃ ناصبیۃ لقولہا باختیار الامام ونصبہ بالعقد ص
کہ شیعہ لوگ اہلسنت کو ناصبی کہتے ہین کیونکہ وہ قائل ہین کہ نصب امام باختیار ناس
ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت کوئی مذہب مستقل ایسا نہین ہے
جو ان سب کا قسیم بن سکے بلکہ ان سب اوصاف کے ساتھ جس جس طرح اتصاف ہوتا
گیا ویسا ہی نام پڑتا گیا۔ اور اصل وہی ہے کہ ان کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا
اور اوسی کی نسبت سے اہل السنۃ والجماعۃ قرار پایا ورنہ اسکی کوئی وجہ نہین کہ
ایک فرقہ کے مختلف نام ہون

بخلاف شیعہ کے کہ وہ ابتدا سے ایک ہی نام کے ساتھ موسوم رہا۔ قاموس مین ہے
شیعۃ الرجل اتباعہ وانصارہ وقد غلب ہذا الاسم علی کل من یتولی

علیًا واہلبیتہ حتی صار لہم اسمًا خاصًا صنہ

اور ملل ونحل شہرستانی مین ہے الشیعة ھم الذین شایعوا علیًا علیہ

السلام علی الخصوص وقالوا بامامتہ وخلافتہ نصًا ووصایةً اما جلیًا

او خفیًا واعتقدوا ان الامامة لا یخرج من اولادہ ویجمعہم القول بوجوب

التعیین والتنصیص وثبوت عصمة الائمة وجوبًا عن الکبائر و

الصغائر والقول بالتولی والتبری قولًا وعقدًا الا فی حال التقیة ۹۵

برحاشیہ الفصل۔

یعنی شیعہ کسی کا وہ ہے جو اوسکے اتباع وانصار سے ہو اور یہ نام مخصوص ہوگیا

ہے شیعیان جناب امیرؑ اور اہلبیت طاہرین سے یہانتک کہ اونکا نام خاص ہوگیا

اور ملل ونحل مین ہے کہ شیعہ وہی ہین جنھون نے متابعت کی جناب امیرؑ کی خصوصًا

اور قائل ہوے بہ امامت وخلافت از راہ نص ووصایت خواہ وہ نص جلی ہو

یا خفی اور اسکا اعتقاد کیا کہ خلافت وامامت انکی اولاد سے نہین خارج ہوسکتی اور

قول جامع اون کا یہ ہے کہ وہ قائل ہین اسکے کہ ضرور ہے نبی کسی کو معین کردے

اور اوسپر نص کرے اور اسکے قائل ہین کہ امام کو صغائر وکبائر سے معصوم ہونا چاہیے

اور تولا وتبرا کرین قولًا اور فعلًا مگر حالت تقیہ مین۔

اب جبکہ شیعہ وسنی کی حقیقت معلوم ہوچکی اور یہ بھی کہ لقب اہلسنت و

الجماعة ایجاد کردہ معویہ ہے اور جتنے فرقے اہلسنت مین پیدا ہوے اگرچہ وہ

کسی نام سے پکارے جائین مگر اصل سبکی ایک ہے کہ خلافت ابوبکر وعمر کا

قائل ہوتا تو نہ خارجی کوئی فرقہ رہتا نہ معتزلی کیونکہ سب ایک ہی اصل کے تابع ہین

عوام الناس جو اس واقعہ سے بیخبر ہین کہ یہ نام اوس سنہ کا ہے جس مین جناب

امام حسنؑ اور معویہ مین صلح ہوئی اور معاویہ نے اس کا نام سنة الجماعة رکھا وہ

اس سے بھی بیخبر ہین کہ سنت سے کیا مراد ہے وہ سمجھتے ہین کہ سنت سے مراد

سنت رسول ہے حالانکہ جامع صغیر مین مذکور ہے

عن عائشة قال رسول اللہ من تمسک بالسنة وجبت لہ الجنة قالت عائشة یا رسول اللہ وما السنة قال حب ابیک وصاحبہ یعنی عمر یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جسنے سنت سے تمسک کیا وہ اہل جنت سے ہوا عائشہ نے پوچھا سنت کیا ہے حضرت نے فرمایا ابوبکر و عمر کی محبت جس سے معلوم ہوا کہ سنت سے مراد سنت خدا اور رسول نہیں ہے بلکہ محبت شیخین ہے اور یہی ہمارا دعوی ہے جسکی تصدیق آپکے اس کلام سے بھی ہوتی ہے "اور یہ لقب زمانہ صحابہ ہی کے بوجہ پیدا ہونے فرق ضالہ مثل خارجیوں ۔ ناصبیوں منکرین قدر ۔ منکرین صفات وغیرہ کے اختیار کیا گیا الوکامس صـ"

جس سے معلوم ہوا کہ یہ لقب نہ منجانب اللہ ہے نہ منجانب الرسول بلکہ خود اپنا اختیاری لقب ہے اور چونکہ معویہ بھی آپکے والسنت مین صحابی ہین لہذا یہ بھی ٹھیک ہوا کہ عہد صحابہ ہی مین یہ لقب اختیار کیا گیا بلکہ خود آپکے صحابی ہی نے یہ لقب دیا ۔

اب اسکے مقابلہ مین ان احادیث کو دیکھئے جو خود آپکے یہان مستند حدیثوں سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت نے شیعون کو لقب شیعہ سے ممتاز کیا اور قرآن مین بھی یہ لفظ اسی معنی مین آیا ہے ۔

صواعق محرقہ مین ہے روی الطبرانی انہ قال لعلی اول اربعة یدخلون الجنة انا وانت والحسن والحسین وذریتنا خلف ظهورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا ان هذہ الایة لما نزلت قال لعلی هو انت وشیعتک تاتی انت وشیعتک یوم القیامة راضین مرضیین ویاتی عدوک غضابا مقمحین صـ۹۲

اس قسم کی صدہا حدیثین ہین جنمین حضرت نے شیعون کو بشارت جنت دیا ہے جس سے یہ تو یقینًا معلوم ہوا کہ یہ لقب عطیہ رسول اللہ ہے نہ کہ مثل اہلسنت از خود یہ لقب اختیار کیا ہو یا کسی دشمن نے دیا ہو جیسا کہ اہلسنت کو یہ نام معویہ نے دیا یا بنی مروان نے

چونکہ آجکل اخبار اہلحدیث مین یہ بحث بڑے روز دن سے چل رہی ہے کہ اہلسنت کون ہے اسلئے اسقدر ہمکو لکھنا پڑا کہ معلوم ہو نہ یہ لقب منجانب اللہ ومنجانب الرسول ہے نہ یہ کوئی علمی نام ہے بلکہ معویہ نے اوس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا تھا اسلیئے جو لوگ اوس سال کی طرف منسوب ہین وہی لوگ اہلسنت ہین ہم آپ لوگ جو تعریف جامع ومانع چاہتے ہین وہ کہان مل سکتی ہے اور بجز اسکے کہ جو لوگ خلافت شیخین کے قائل ہین وہ سنی ہین اور کوئی تعریف نہین۔

آپ خوارج ومعتزلہ کا نام لیکر چاہتے ہین کہ عامہ مسلمین کا دائرہ وسیع کرین حالانکہ یہ سب غلط ہے جس طرح کہ شیعہ کے لفظ مین اثنا عشری بوھرہ زیدیہ سب داخل ہین اوسی طرح لفظ اہلسنت والجماعت مین خوارج معتزلہ جہمیہ قدریہ سب داخل ہین اور اون کا کہین وجود بھی نہین بجز اسکے کہ کتابون مین اونکا نام موجود ہے نہ کوئی شخص اونکا دکھائی دیتا ہے نہ اونکی کتاب کہین نظر آتی ہے پھر ناحق اس تطویل لاطائل سے کیا فائدہ

تنقیح امر دوم اور اسکا فیصلہ

مولوی عبدالرزاق صاحب الحکام مین لکھتے ہین۔

کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے؟ کیا آپ نے حضرت علی کو اپنا وصی (یعنی خلیفہ) بنایا تھا۔؟ کیا کسی اہل الجماعۃ والسنۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی وصی یعنی خلیفہ رسول تھے؟ کیا صحابہ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ بلا عقیدہ وصایت راہ نجات مسدود ہے؟ کیا حضرت علی یا کسی صحابہ کا یہ عقیدہ تھا؟

واضح ہو کہ اس **وصایت** کے ثبوت کیلئے قطعی دلیل ہونی چاہیے کیونکہ یہ مسئلہ اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے۔ پس یا تو قرآن پاک کی آیت ہونی چاہیے یا وہ حدیث ہو جو متواتر ہے اگر کوئی حدیث صحیح ہو اور گو وہ احاد سے ہو اوس وقت بھی ہم مان لینے کو تیار ہین۔ لیکن سند غیر معتبر یا ناقابل اعتبار سے کچھ بھی ثابت نہین ہو سکتا

اسکے جواب مین ہم بجز اسکے کیا کہہ سکتے ہین کہ نہ آپکو مذہب اہلسنت سے خبر ہے نہ
اونکے اعتقادات سے کیونکہ پہلے دو سوال تو ایسے ہین جنکا ثبوت حدیث و قرآن
سے ہے اور دوسرے تین سوال ایسے ہین کہ جنکو مذہب اہلسنت سے کچھ بھی
نہین ذمہ دار دوسرا کوئی شخص نہین ہوسکتا۔

ہان ہم اسکو ثابت کر سکتے ہین کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ
مقرر کیا تھا اور اثبات اسکا قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے۔ مگر یہ مشکل ہے
کہ یہ ثابت کیا جائے کہ آپکا اعتقاد بھی اسپر ہے کیونکہ اگر اعتقاد بھی اسپر ہوتا تو بہم
نزاع کیون ہوتی اور یہ تیرہ مذہب کیون بنتا۔

مگر جب ہم اسکو ثابت کر دینگے کہ رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر
کیا اور ایسی سند صحیح سے یہ امر ثابت ہے کہ آپکے علمانے اوس سند کو صحیح کہا
ہے تو لامحالہ آپکو اقرار کرنا ہوگا کہ اگر اسپر اونکا اعتقاد نہین ہے تو مذہب اہلسنت
قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

نمبر اول سب سے پہلے آپکو کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کی
زیارت کرنی چاہیئے جو اس ہندوستان کی اسلامی ریاست حیدرآباد دکن مین
۸ جلدون مین چھپی ہے سنہ ۱۳۱۳ ہجری صفحہ ۳۹۲ جلد ۶

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی عبد المطلب
انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ ان ادعوکم الیہ
فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی
فیکم قال فاحجم القوم عنھا جمیعاً قلت یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ
فاخذ برقبتی ثم قال ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ
واطیعوا

پھر اوسی کتاب مین ہے صفحہ ۳۹۶

عن علی قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وانذر عشیرتک الاقربین جمع النبی

صلی اللہ علیہ وسلم من اہل بیتہ فاجتمع ثلاثون فاکلوا وشربوا
فقال لہم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویکون معی فی الجنۃ و
یکون خلیفتی فی اہلی وقال رجل یا رسول اللہ انت کنت بحرا من یقوم
بہذا ثم قال الاخر فعرض ہذا علی اہل بیتہ واحدا واحدا فقال
علی انا احمد وابن جریر وصححہ والطحاوی ص
پھر اوسی کتاب میں ہے ص ۲۹۷
عن علی قال لما نزلت ہذہ الایۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللہ صلی اللہ وسلم
فقال یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک
ذرعا وعرفت انی مہما اناديہم بہذا الامر اری منہم ما اکرہ فصمت
علیہا حتی جاءنی جبریل فقال یا محمد ان لم تفعل ما تومر بہ یعذبک
ربک فاصنع لی صاعا من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واجعل لنا
عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اکلمہم وابلغ ما
امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتہم وہم یومئذ اربعون رجلا او
ینقصونہ فیہم اعمامہ ابو طالب وحمزۃ والعباس وابو لہب فلما اجتمعوا
الیہ دعانی بالطعام الذی صنعتہ لہم فجئت بہ فلما وضعتہ تناول
النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبت خزیۃ من اللحم شقہا باسنانہ ثم
القاہا فی نواحی الصحفۃ ثم قال کلوا بسم اللہ فاکل القوم حتی نہلوا
عنہ ما نری الا اثار اصابعہم واللہ ان کان الرجل الواحد منہم لیاکل
مثل ما قدمت لجمیعہم ثم قال اسق القوم یا علی فجئتہم بذلک العس فشربوا
منہ حتی رووا جمیعا وایم اللہ ان کان الرجل منہم لیشرب مثلہ فلما اراد
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکلمہم بدرہ ابو لہب الی الکلام
فقال لقد سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمہم النبی صلی اللہ علیہ

وسلم فلما كان الغد فقال يا علی ان هذا الرجل قد سبقنی الی ما سمعت
من القول فتفرق القوم قبل ان اكلمهم فعد لنا مثل الذی صنعت
بالامس من الطعام والشراب ثم اجمعهم لی ففعلت ثم جمعتهم ثم دعانی
بالطعام فقربته ففعل به كما فعل بالامس فاكلوا وشربوا حتى نهلوا ثم
تكلم النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا بنی عبد المطلب انی و
الله ما اعلم شابا فی العرب جاء قومه بافضل ما جئتكم به انی قد
جئتكم بخير الدنيا والآخرة وقد امرنی الله ان ادعوكم اليه فايكم يوازرنی
علی امری هذا فقلت وانا احدثهم سنا وارمصهم عینا واعظمهم
بطنا واحمشهم ساقا انا یا نبی الله اكون وزيرك علیه فاخذ برقبتی
فقال ان هذا اخی ووصیی وخليفتی فيكم فاسمعوا له واطيعوا فقام
القوم يضحكون ويقولون لابی طالب قد امرك ان تسمع وتطيع لعلی ۔
(ابن اسحاق وابن جرير وابن ابی حاتم وابن مردويه وابو نعيم معاً
فی الدلائل)

یہ تین روایتیں ہیں ایک کتاب کنز العمال کی جسکو اونھون نے امام طبری ۔ امام احمد
بن حنبل وابن جریر سے اور ابن اسحق ۔ ابن جریر ۔ ابن ابی حاتم ۔ ابن مردویہ ۔
ابو نعیم ۔ اور امام بیہقی سے روایت کیا ہے اور خلاصہ سب کا یہ ہے کہ جب رسول
اللہ پر آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے اپنے خاندان والونکو
جمع کیا اور فرمایا اے فرزندان عبد المطلب ہم تمہاری طرف خیر دنیا و آخرت کو لائے
ہین اور خدا نے حکم دیا ہے کہ تم سبکو اوسکی طرف دعوت کرین تو تمسے کون ہماری وزارت
کرتا ہے اس امر مین اس شرط پر کہ وہ ہمارا بھائی ۔ اور وصی و خلیفہ
ہو تملوگون مین تو سب نے اوس سے انکار کیا اور ہمنے (جناب امیرؑ) کہا اے نبی
خدا ہم آپکی وزارت قبول کرتے ہین اس امر پر تو حضرت نے فرمایا کہ یہ میرا بھائی
وصی خلیفہ ہے تملوگون مین اسکی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو

نمبر دوم مسند امام احمد بن حنبل مین ہے صد ۱۵۹ جلد اول مطبوعہ مصر

حدثنا عبد الله ثنا ابی اسود بن عامر ثنا شریک عن الاعمش عن المنہال عن عباد بن عبد الله الاسدی عن علی قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وانذر عشیرتک الاقربین قال جمع النبی من اہلبیتہ فاجتمع ثلاثون فاکلوا واشربوا قال فقال لہم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویکون معی فی الجنۃ ویکون خلیفتی فی اہلی فقال رجل لم یسمہ شریک یا رسول الله انت کنت بحرا من یقوم بہذا ثم قال الآخر قال فعرض ذلک علی اہلبیتہ فقال علی اہلبیتہ فقال علیؑ انا۔

خلاصہ مطلب تو یہی ہے کہ حضرت نے بعد نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین سبکو جمع کیا اور دعوت کے بعد اون سے طالب نصرت ہوئے اس شرط پر کہ وہ حضرت کا خلیفہ ہو گر بجز جناب امیرؑ کسی نے قبول نہ کیا جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ جس روز حضرت نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا اوسی روز جناب امیرؑ کو خلیفہ بھی کیا۔

اس حدیث مین اگرچہ لفظ وصی نہین ہے مگر لفظ خلیفہ تو ہے بس یہ جناب امیرؑ کا خلیفہ بلافصل ہونا تو بدیہی طور پر ثابت ہے اور بروایت کنز العمال روایت انہ من بنی [illegible] وصی ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ صد ۱۵ سے مذکور ہوا۔

نمبر سوم یہ روایت خود خصائص امام نسائی مین ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین صد ۲۴۲ مقصد دوم

وازانجملہ آنکہ پیش از ہجرت با دعامہ کنتظر الخلافۃ کہ یکے از لوازم خلافت خاصہ است بجا آورد

اخرج النسائی فی الخصائص عن ربیعہ بن ناجیہ ان رجلا قال لعلی بن ابیطالبؑ یا امیر المومنین لم ورثت ابن عمک دون عمک قال جمع رسول الله ص او قال دعا رسول الله بنی عبد المطلب فصنع لہم مدا من طعام قال فاکلوا حتی شبعوا وبقی الطعام کما ہو کان لم یمس ثم دعا بغمر فشربوا حتی رووا وبقی الشراب کان لم یمس ولم یشرب فقال یا بنی عبد المطلب انی بعثت الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ وقد رایتم من ہذہ الآیۃ ما قد رایتم

وانہ یبایعنی علی ان یکون اخی وصاحبی ووارثی فلم یقم الیہ احد فقمت الیہ
وکنت اصغر القوم قال اجلس ثم قال ثلث مرات کل ذلک اقوم فیقول
اجلس حتی کان فی الثالثۃ ضرب بیدہ علی یدی ثم قال فبذلک ورثت
ابن عمی دون عمی

امام نسائی نے خصائص میں ربیعہ بن ناجیہ سے روایت کی کہ کسی نے جناب امیر سے پوچھا کہ آپ ہی کیون وارث رسول ہوئے پوچھا کے تو حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ نے خاندان عبد المطلب کو بلا کر دعوت دی ایک مد طعام اور ایک پیالہ پانی سے سبکو سیر کر دیا اور کھانا پانی اوسیطرح بچ رہا تو فرمایا اے بنی عبد المطلب ہم تمہاری طرف خاص مبعوث ہوئے ہیں اور لوگون کیطرف عامۃ تو کون تم سے ہماری بیعت کرتا ہے اس شرط پر کہ وہ ہمارا اخی صاحب وارث ہو تو کوئی نہ کھڑا ہوا ہم ہی بہار کھڑے ہوئے حالانکہ سب سے چھوٹے تھے حضرت نے تین مرتبہ اس کلام کا اعادہ کیا مگر تمہارے کوئی نہ کھڑا ہوا ہم ہی ہر بار کھڑے ہوتے تو حضرت نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر مار کر فرماتے ہیں اس وجہ سے ہم اپنے ابن عم کے وارث ہوئے نہ ہمارے عم۔

نمبر چہارم اس حدیث کو امام طبری نے اپنی تفسیر میں بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۷۴ جلد ۱۹ مطبوعہ مصر

مگر اسمین کمال یہ کیا ہے کہ بجائے ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم کے عوض ان یکون اخی وکذا ۔ کذا لکھدیا مگر اس سے بجز اسکے کہ اہل مطابع کی ایمانداری ظاہر ہوئی اور کیا نتیجہ نکلا کیونکہ اسمین امام طبری کی تاریخ یورپ میں چھپ چکی ہے اسمین یہی روایت ہے اور الفاظ اخی ووصی وخلیفتی موجود ہے جیسا کہ مذکور ہو گا

نمبر پنجم اس حدیث کو علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۶ تفسیر سورہ شعرا مطبوعہ بمبئی

جسمین صریح یہ الفاظ ہیں علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم اور اسکے بعد ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا موجود ہے جس سے ۱۲ اہالیان مطبع مصر کی تحریف واضح ہو گئی ۔

نمبر ششم یہی حدیث بجنسہ تفسیر خازن مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۳ جلد ۲ مطبوعہ مصر

ثم قال هذا اخي ووصيي وخليفتي فيكم۔

نمبر ہفتم یہی حدیث بجنسہ تاریخ طبری مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۷ جلد ۲ مطبوعہ جرمن

چونکہ یہ نسخہ طبری جرمنی اوس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے جو ملک جرمن مین چھپا تھا لہذا تصرف سے

یہ روایت محفوظ رہی۔

نمبر ہشتم یہی روایت بجنسہ تاریخ کامل مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲ جلد ۲ مطبوعہ مصر

نمبر نہم یہی روایت بجنسہ تاریخ ابو الفدا مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۶ جلد اول مطبوعہ

علامہ ابو الفدا بادشاہ حماۃ تھے المتوفی ۷۳۲ھ

نمبر دہم یہی روایت سیرۃ حلبیہ صفحہ ۳۸۱ جلد اول مین بھی موجود ہے مطبوعہ مصر

بلکہ اوسکے ساتھ یہ زیادتی بھی ہے فانت اخي ووزيري ووصيي ووارثي وخليفتي

من بعدي

نمبر ۱۱ تفسیر ثعلبی۔

نمبر ۱۲ تفسیر ابن ابی حاتم مین بھی یہ روایت موجود ہے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے

منہاج السنۃ مین لکھا ہے صفحہ ۸۰ جلد ۴

نمبر ۱۳ مختارہ ضیاء مقدسی مین بھی یہ حدیث موجود ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا

ہمنے محض تسکین خاطر کیلئے صرف بارہ روایتون کو اسلئے لکھا ہے کہ ناظرین کو معلوم

ہو یہ حدیث کیسی معتمد ہے کہ بڑے بڑے علمائے اہلسنت نے اس حدیث شریف سے

اپنی کتاب کو زینت دی ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی حدیث غیر صحیح ہو۔

مولوی عبد الرزاق صاحب عارف جلپوری لکھتے ہین۔ "واضح ہو اس وصایت

کے لئے قطعی دلیل ہونی چاہیے کیونکہ یہ مسئلہ اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے۔"

جسپر پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ وصایت کو بمعنی خلافت تسلیم کرتے ہین۔ تو جن لوگون کو آپنے

خلیفہ مانا ہے کیا کبھی اونکے لئے بھی کسی دلیل قطعی کو پیش کیا ہے۔ یا یہ سب وصایت وخلافت

جناب امیر ہی کیلئے لازم ہے۔

آپکے علامہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین فمذہب اهل السنة وعامة

المعتزلة انه یجب علی الخلق سمعاً لقوله م علی ما اخرجه مسلم من حدیث

ابن عمر بلفظ من مات بغیر امام مات میتة جاهلیة ولان الصحابة

جعلوا اهم المهمات نصب الامام حتی قدموه علی دفنه صلعم۔

یعنی مذہب اہلسنت و عامہ معتزلہ یہ ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خلق پر واجب ہے بدلیل سمعی

کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے جو شخص مرے بغیر امام کے وہ جاہلیت کی موت مریگا۔ اور اسلئے

کہ صحابہ نے نصب امام کو اہم مہمات قرار دیا ہے یہانتک کہ مقدم کیا اسکو دفن رسول اللہ پر

توجب مذہب اہلسنت یہی ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خلق کا کام ہے قول خدا و رسول کو اسمین

کوئی دخل نہین تو پھر دلیل قطعی سے آپکو کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اگر آپکا یہ مذہب ہوتا کہ ہم حکم خدا

ورسول کو مانتے ہین تب آپ قرآن وحدیث کی بات سوال کرتے مگر ملا علی قاری نے

تو بتادیا کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ یہ کام خلق اللہ کا ہے جسکو وہ چاہے خلیفہ بنالے پھر

آیات و احادیث سے کیا تعلق رہا اور اسکا نتیجہ بھی دیکھ لیا کہ جناب امیر اور حسنین خلیفہ

مانے گئے اور معویہ و یزید وغیرہ مانے گئے کیونکہ خلق اونہین کو امام مانا جو عین مطابق

مذہب اہلسنت ہے۔

اب قرآن کو دلیل قطعی مانتے ہین تو کہئے آیہ انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا

الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وهم راکعون پ۶ رکوع ۱۲ سورہ مائدہ

کی بھی کہین تلاوت کی ہے جسمین خداوند عالم فرماتا ہے اے مومنو تمہارا ولی تو خدا اور رسول ہے

اور وہ مومن لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہین اور حالت رکوع مین زکوۃ دیتے ہین جسکو سب

جانتے ہین کہ جناب امیر کی امامت و خلافت کے بارہ مین یہ آیہ نازل ہوا۔

احادیث متواترہ تو صدہا ہین جنمین من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سب متواتر مانتے ہین

مگر آپ نے کب اوسکو مانا جو ہم لکھین۔

بہرحال یہان بحث وصایت کی ہے اور آپ فرماتے ہین اگر کوئی حدیث صحیح ہو اور گو

احادیث ہو اور سو تک بھی یہان سے لیکر تا ہین لیکن سند غیر معتبر یا ناقابل اعتبار ہے

کچھ بھی ثابت نہین ہو سکتا ہے۔

لہذا ہم اس حدیث کی صحت بھی حسب تصریحات علماے اہلسنت ثابت کرتے ہین اور دیکھتے ہین
کہ آپ کہانتک اوسکے مان لینے کو تیار ہین، کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث نے
بھی ایسی آمادگی ظاہر کی تھی۔ مگر اپنے قول پر ثابت قدم نرہے ملاحظہ ہو اہلحدیث ستا جولائی
مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۲۸ھ جس مین لکھتے ہین۔

"ہمارے اہلسنت خصوصاً اہلحدیثون کے ان مسائل عشرہ کے جو دلائل ثبت ہین ان
مین تاریخ طبری کی روایات نہین آسکتین سلئے اور پھر گوش دل سنئے بیشک تاریخ
طبری ہو یا ابن خلدون۔ کامل ہو یا خمیس واقعات تاریخیہ مین تو سند ہوسکتی ہین مسائل
شرعیہ مین نہین ہوسکتین کیا آپکو معلوم نہین کہ جبتک کوئی روایت صحیح متصل اسناد سے نہ ملے
ہمارے یہان حجت نہین۔ اسلئے منقطع اور مرسل روایات کو ہم حجت شرعی نہین جانتے
پس آپکی پیش کردہ روایات بوجہ ہونے سند صحیح متصل کے بیچ ہے تاوقتیکہ آپ
اسکے لئے سند صحیح نہ ثابت کرین پھر ہمسے جواب لین۔

اڈیٹر صاحب فرمایئے ہمنے کوئی بات غلط کہی کیا آپ اسی طرح باقاعدہ جواب دینگے
آپکو اطلاع رہے کہ اب جناب امیر علی مرتضی کی خلافت منصوصہ ثابت کردین اور کی تو نہین
کہتا ہون مگر مین تو ضرور مان لونگا مگر یاد رہے دونہ خرط القتاد"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس طرح مولوی عبدالرزاق صاحب نے یہان دعوی
کیا ہے کہ "ہم مان لینے کو تیار ہین" اوسی طرح ۱۳۲۸ھ مین مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی
وعدہ کیا تھا مگر جب صحت سند ثابت کی گئی تو ایسا سکوت کیا کہ پھر کروٹ ہی نہ لی۔

تعریف حدیث صحیح۔ یہان پہلے تعریف صحیح مناسب ہے کہ حدیث صحیح کسکو کہتے
ہین جسکو مولوی عبدالحی صاحب ظفر الامانی مین لکھتے ہین قد اختلف عباراتهم فی تعریف
الحدیث الصحیح

کہ حدیث صحیح کی تعریف مین عبارات علماء کی مختلف ہین تو واجد اسکے تعریف حدیث
صحیح کیونکر ممکن ہے کیونکہ ہم جس تعریف کو لکھینگے آپ اوسکے خلاف بحرث ... ظفر الامانی

بنا ہے

احسن التعاریف ما اوردہ ابن حجر فی النخبۃ خبر الاحاد بنقل عدل تام
الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ هو الصحیح لذاتہ صفحہ ۹

کہ بہترین تعریف وہ ہے جسے ابن حجر نے اپنے نخبہ مین لکھا ہے کہ جو خبر احاد بنقل عدل
تام الضبط متصل السند وارد ہو اور معلل و شاذ نہو وہ صحیح لذاتہ ہے۔

لہذا ہم بھی اسکو تسلیم کر لیتے ہین کہ راویان عدل کے ذریعہ باتصال سند جو روایت ہے
وہی صحیح ہے۔

مراتب صحت مین بھی اختلاف ہے الخ گویا رسالہ جمہوریہ ہے وا علی اقسام الحدیث
الصحیح ما اتفقا علیہ ثم انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم ثم ما کان
علی شرطهما وان لم یخرجاہ ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم
ثم ما صححہ غیرهما من الائمۃ صفحہ ۵

کہ اعلی اقسام حدیث یون ہے جسپر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو۔ پھر جو صرف بخاری کی روایت
ہو جو روایت مسلم سے ہو۔ جو دونون کی شرط پر ہو اگرچہ دونون نے تخریج نہ کی ہو۔ پھر
شرط بخاری پر ہو۔ شرط مسلم پر ہو جسکو دوسرے ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہو۔

پس جو حدیث کہ صحیح بخاری و مسلم مین نہو اوس کی صحت یون ہی ثابت کیجائیگی کہ ائمہ
حدیث کے اقوال دکھائے جائینگے اونھون نے صحیح کہا ہے۔ پس ہمارا فرض یہان اسقدر
ہے کہ اس حدیث شریف کی صحت کا ثبوت اقوال علمائے اہل سنت سے پیش کردین۔

مقدمہ ابن الصلاح مین ہے الرابعۃ لم یستوعبا الصحیح فی صحیحیهما ولا
التزما ذلک صفحہ ۷

یعنی بخاری و مسلم نے اسکا ارادہ نہین کیا کہ جتنی حدیثین صحیح ہین سبکو جمع کرین نہ اسکا التزام
کیا جس سے معلوم ہوا علاوہ صحیحین صدہا ہزارہا روایتین صحیح ہین جن کی صحت علماء کی تصریح
سے ثابت ہوتی ہے

اب دیکھنا ہے کہ جس حدیث سے ہمارا استدلال ہے اوس کی صحت پر علما کے

اہلسنت نے نقل کیا ہے یا نہین کہ تقریب تمام ہو۔

پہلی روایت ہمنے کتاب کنز العمال ملا علی متقی کی نقل کی ہے جسکی غرض یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح اون احادیث صحیحہ سے ہے جسکو علماے اہلسنت نے اون کتابون مین داخل کیا ہے جنکی غرض یہ ہے کہ اس سے احکام شرعیہ مین استدلال کیا جائے۔

اسکے مصنف ملا علی متقی ہین جنکے حالات کو مولوی صدیق حسن خان صاحب نے ابجد العلوم مین بکمال شرح و بسط لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹۵

مگر چونکہ وہ صرف ناقل حدیث ہین کہ مسند احمد بن حنبل و کتب اہلسنت سے نقل کیا ہے لہذا بخوف طول وہ عبارت نہین لکھی جاتی

دوسری روایت مسند امام احمد بن حنبل کی ہے۔ یہ کتاب مسند احمد بن حنبل اس وقت کی تصنیف ہے کہ جبتک نہ صحیح بخاری تصنیف ہوئی تھی نہ صحیح مسلم کیونکہ یہ سب اون کے شاگرد بلکہ شاگرد در شاگرد ہین۔

علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ صفحہ ۱۹۹ لغایت صفحہ ۲۰۲ مین اس تفصیل سے انکے حالات لکھے ہین کہ بخوف طوالت نہ ہم پوری عبارت لکھ سکتے ہین نہ اوسکا ترجمہ صرف ایک فقرہ اوسکا لکھتے ہین۔

قال ابو موسی و من الدلیل علی ان ما اودعہ الامام فی مسندہ قد احتاط فیہ اسنادا و متنا لم یورد فیہ الا ما صح سندہ ا ہ صفحہ ۲۰۲

یعنی امام ابو موسی کہتے ہین کہ منجملہ دلائل کے جس سے امام احمد نے اسناد و متن سند مین احتیاط کیا ہے اور نہین وارد کیا مگر اسی حدیث کو جسکی سند صحیح ہے کہ ایک حدیث کو اونھون نے مرتے وقت کٹوا دیا۔

تو کیا اسپر بھی مولوی صاحب کو اس حدیث رسول کی صحت سند مین عذر ہو سکتا ہے کیونکہ امام سبکی اس مین تصریح کرتے ہین۔

(۱) کہ یہ ایک اصل ہے اصول سے اس امت کے (۲) یہ اصل کبیر ہے (۳) مرجع وثیق ہے۔

(۴) ... منتخب کی گئی ہین۔ (۵) تو کیا جو حدیثین انتخاب کر کے لکھی

جاتی ہیں اون میں کوئی حدیث بیکار ہو سکتی ہے۔

(۵) یہ مسند امام قرار دی گئی ہے (۶) یہ کتاب معتمد ہے (۷) ملجا ہے (۸) مستند ہے (۹) امام احمد نے کہا اسکو سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے منتخب کیا ہے (۱۰) امام احمد نے کہا جس چیز میں لوگ اختلاف کریں وہ اس کتاب کی رجوع کریں۔

تو کیا اڈیٹر صاحب اس مسئلہ خلافت میں اس مسند کی حدیث شریف کو نہ مانینگے۔

(۱۱) امام احمد نے کہا اگر اسمین وہ حدیث نہو تو حجت نہین ہے (تو کیا اس کتاب کے حجت ہونے میں شک کر سکتے ہین (۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ تمام روایات مسند حجت ہیں (۱۳) کہا امام احمد نے مسند اسکو امام بنایا ہے (۱۴) جب کہ حدیث رسول مین اختلاف ہو تو اسکی طرف رجوع کرو (۱۵) اسمین اونھین لوگون سے روایت لی گئی ہے جسکا صدق اور اونکی دیانت ثابت ہی نہ ایسے شخص سے جسمین کوئی طعن ہو (۱۶) سند اور متن مین پوری احتیاط کی گئی ہے (۱۷) اوسی حدیث کو وارد کیا ہے جسکی سند صحیح نہین ہے تو کیا اسکے بعد بھی مولوی صاحب اس حدیث کی صحت پر ایمان نہ لائینگے جو مسند ایسی کتاب مین ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ الہند رسالہ انصاف مین فرماتے ہین۔ وجعل ای احمد مسندہ میزانا یعرف بہ حدیث رسول اللہ ﷺ فما وجد فیہ ولو بطریق واحد من طرقہ فلہ اصل وما لا فلا اصل لہ صہ

یعنی امام احمد نے اسکو میزان بنایا ہے جس سے حدیث رسول اللہ ﷺ پہچانی جاتی ہے تو جو حدیث ایک طریق سے بھی اس مین ہے اوسکی اصل ہے اور جو نہین ہے اوسکی اصل نہین۔

حجۃ البالغہ مین فرماتے ہین صفحہ جلد اول مطبوعہ مصر

الطبقۃ الثانیۃ کتب لم تبلغ مبلغ الموطاء والصحیحین ولکنہا تتلوہا کان مصنفوہا معروفین بالوثوق والعدالۃ والحفظ والتبحر فی فنون الحدیث لم یرضوا فی کتبہم ہذہ بالتساہل فیما اشترطوا علی انفسہم فتلقاہا من بعدہم بالقبول و اعتنی بہ المحدثون والفقہاء طبقۃ بعد طبقۃ واشتہرت فیما بین الناس [illegible]

الاحادیث بناء عامة العلوم کسنن ابوداؤد وجامع الترمذی ومجتبی النسائی
وهذه الکتاب مع الطبقة الاولی اعتنی باحادیثها رزین فی تجرید
الصحاح وابن الاثیر فی جامع الاصول وکاد مسند احمد یکون من جملة هذه
الطبقة فان الامام احمد جعله اصلا یعرف به الصحیح والسقیم فما
مالیس فیه فلا تقبلوه۔

یعنی دوسرے طبقہ کی وہ کتابین ہین جو موطا وصحیحین کے درجہ تک تو نہین پہونچین مگر انکے بعد انہین کا درجہ ہے جسکے مولف مشہور تھے بوثوق وعدالت وتبحر علوم حدیث مین نہ راضی ہوئے کہ تساہل کرین اپنے شروط مین جسکو تمامی محدثین وفقہائے طبقہ بعد طبقہ قبول کیا اور سند مقبول ہوئین کہ قوم نے اونکی شرحین کین رجال سے بحث کی فقہائے استنباط فقہ کیا اور انہین احادیث پر تمام علوم کی بنا ہے۔ مثل سنن ابوداود وجامع ترمذی ومجتبی نسائی۔ ان سب کتابون کی احادیث کو رزین نے تجرید صحاح مین اور ابن الاثیر نے جامع الاصول مین جمع کیا ہے اور قریب ہے کہ مسند احمد بھی اسی طبقہ سے ہو۔ کیونکہ امام احمد نے اوسکو اصل قرار دیا ہے معرفت صحیح وسقیم کیلئے اور کہا کہ جو حدیث اس مین نہو اوسکو نہ قبول کرو۔ شاہ عبد العزیز صاحب عجالہ نافعہ مین لکھتے مین ص ۶

حضرت والد قدس اللہ سرہ میفرمایند کہ مسند امام احمد نزد فقیر ازین طبقہ ثانیہ است ودے اصل است در معرفت صحیح وسقیم بوے شناختہ میشود حدیثے کہ آنرا اصل است از انچہ اورا اصل نیست

تو اب کس سنی کی نہین بلکہ اہلحدیث کی مجال ہے جو اس حدیث شریف کی صحت سند سے انکار کرے کیونکہ یہ حدیث صرف خصائص نسائی مین نہین ہے جو صحاح ستہ مین داخل ہے بلکہ مسند امام احمد مین بھی ہے جو ہمسر صحاح ستہ ہے اور اس درجہ کی مستند ہے کہ وہ آلہ شناخت قرار دی گئی ہے صحیح وسقیم کیلئے۔

مگر صرف عداوت جناب امیر اور محبت خلفائے ثلثہ سے نہین قبول کی جاتی۔ حالانکہ باتفاق اہلسنت ثابت ہے کہ خلافت خلفا بنص نہین تھا اور بقول اوسکے اہلحدیث ثابت ہے کہ خلیفہ

ہے اسکی تصحیح ہو سکتی ہیں۔

علامہ زین الدین عبد الرحمن بن احمد دمشقی معروف بابن رجب المقاریہ حنبلیہ میں بدیل ذکر عبد المغیث بن زہیر الحربی لکھتے ہیں۔

وصنف عبد المغیث الانتصار لمسند احمد اظنہ ذکر فیہ ان احادیث المسند کلہ صحیحۃ وقد صنف فی ذلک قبلہ ابو موسی وبذلک افتی ابو العلاء الہمدانی صفحہ ۲ طبقات

یعنی عبد المغیث نے انتصار مسند احمد تصنیف کیا جس میں کہا کہ کل احادیث مسند صحیح ہیں اور اسکے قبل ابو موسی نے بھی اس بارہ میں تصنیف کیا اور اسی کا فتوی ابو العلاء ہمدانی نے بھی دیا۔ پس حسب قاعدہ مسلمہ حنفیہ ہے کہ جس کتاب کی کل حدیثیں صحیح ہوں [illegible] اوسکی حدیث صرف معاندت جناب امیر میں قبول نہ کی جائے۔

تیسری روایت خصائص امام نسائی کی ہے۔ اور خصائص نسائی جزو صحیح نسائی ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب صفحہ ۶ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

مع ذکر المولف یعنی المزی الرقوم فقال للستۃ ع وللاربعۃ ء وللبخاری خ وللمسلم م ولابی داؤد د وللترمذی ت وللنسائی ص ولابن ماجہ ق وللبخاری فی التعالیق خت وفی الادب المفرد بخ وفی جزء رفع الیدین ی وفی خلق افعال العباد عخ وفی جزء القراءۃ خلف الامام ر ولمسلم فی مقدمۃ کتابہ مق ولابی داؤد فی المراسیل مد وفی القدر قد وفی الناسخ والمنسوخ خد وفی کتاب التفرد ف وفی فضائل الانصار ص وفی المسائل ل وفی مسند مالک کد وللترمذی فی الشمائل تم وللنسائی فی الیوم واللیلۃ سی وفی مسند کن وفی خصائص علی ص وفی مسند علی مس ولابن ماجہ فی التفسیر فق ھذا الذی ذکرہ المولف من توالیفھم وذکر انہ ترک تصانیفھم فی التواریخ عمدا لان الاحادیث التی تورد فیھا غیر مقصودۃ بالاحتجاج وبقی علیہ من

[illegible]

باحسب لشیاع علمسلم وکتاب الزهد ودلائل النبوة والدعا وزیدعا لوحی
واخبار الخوارج من تصانیف ابی داؤد وکانه لم یقف علیها والله الموفق
لوافرد عمل یوم ولیلة للنسائی عن السنن وهو من جملة کتاب السنن فی
روایة ابن الاحمر وابن السیار وکذلک افرد خصائص علی رضی وهو من جملة
المناقب فی روایة ابن السیار ولم یفرد التفسیر وهو فی روایة حمزه
وحده ولا کتاب الملٰئکة والاستعاذة والطب وغیر ذلک وقد تفرد
بذلک راو دون راو فما تبین لی وجه افراده للخصائص وعمل
الیوم واللیلة۔

یعنی مصنف تهذیب مزی نے کتابوں کیلئے ایک نشان مقرر کیا ہے صحاح ستہ کیلئے ع
کتب اربعہ عہ بخاری خ مسلم م۔ ابی داؤد د۔ ترمذی ت۔ نسائی س۔ ابن ماجہ ق
پھر سب کی ایک ایک علامت لکھکر کہتے ہین کہ انہین کتابون سے مصنف نے حدیثین
لی ہین اور ان لوگون کی ان تصانیف کو چھوڑدیا ہے جو توابع مین سے ہے کیونکہ جو حدیثین
ان مین وارد کی جاتی ہین وہ احتجاج واستدلال مین مقصود نہین ہوتین۔
پھر لکھتے ہین کہ مصنف (مزی) نے نسائی کی کتاب عمل یوم ولیلہ کو علیحدہ کیا حالانکہ بروایت
ابن احمر وابن سیار وہ بھی کتاب السنن سے ہے۔ اسی طرح خصائص جو جملہ مناقب کو علیحدہ کیا
حالانکہ وہ منجملہ مناقب کے ہے اور تفسیر کو علیحدہ لکھا نہ کتاب الملٰئکہ کو نہ کتاب الاستعاذہ اور طب
جسکے ساتھ ایک ایک راوی متفرد ہو نسائی سے۔ تو ہمکو اسکی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ کتاب
الخصائص اور عمل الیوم واللیلہ کو کیون علیحدہ کیا بصحہ جلدا
اس عبارت نے آپکو اچھی طرح بتایا کہ خصائص نسائی بھی درحقیقت سنن نسائی کا ایک حصہ
ہے نہ کہ علیحدہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس سے احتجاج واستدلال
کیا جائے کیونکہ جو کتابین ایسی ہین کہ انکی روایتون سے احتجاج غیر مقصود ہے انکو
مزی نے علیحدہ کر دیا ہے۔ پس احادیث خصائص نسائی کا صحیح ہونا اور حدیث کا خصوصا قابل
احتجاج ہونا بخوبی طور پر ثابت ہوا۔

اس تحریر سے اڈیٹر صاحب اہلحدیث کی وہ آرزو بھی پوری ہوگئی جو فرمایا تھا "ہمارے
اہلسنت خصوصاً اہلحدیثون کے یہان مسائل شرعیہ کے جو دلائل معتبر ہین ان مین تاریخ طبری
کی روایات نہین آسکتی۔ سنئے اور پھر سنئے اور گوش واسے سنئے تاریخ طبری ہو یا ابن خلدون
کا ال ہو یا خمیس واقعات تاریخیہ مین تو سند ہو سکتے ہین۔ مسائل شرعیہ مین نہین ہو سکتے۔
کیا آپکو معلوم نہین کہ جبتک کوئی روایت صحیح متصل اسناد سے نہ آوے ہمارے ہان
حجت نہین"۔

کیونکہ اس تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ روایت خصائص نسائی کی ہے جو جزو کتاب سنن نسائی
رہے اور وہ اسی طرح قابل احتجاج ہے جس طرح سنن نسائی قابل احتجاج ہو۔
کیا اڈیٹر صاحب سنن نسائی کو بھی قابل احتجاج نہ جانینگے جو صحاح ستہ مین داخل ہے؟
خصائص نسائی کا قابل احتجاج و استدلال ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ امام نسائی نے اسی
غرض سے اسکو تالیف کیا کہ احتجاج کر سکین اور لوگ ہدایت پاوین چنانچہ تہذیب التہذیب
عسقلانی مین ہے۔ صـ۳۷ جـ۱

قال ابن عدی سمعت منصورا الفقیه واحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی
یقولان ابو عبدالرحمن امام من ائمة المسلمین وقال محمد بن سعید البادردی
ذکرت النسائی [illegible] هو امام ویستحق ان یکون اماما وقال ابو علی
النیسابوری [illegible] من ائمة المسلمین ما تقول فیه وقال
فی موضع [illegible] بلا مدافعة وقال فی موضع آخر رأیت من ائمة
الحدیث اربعة فی وطنی واسفاری اثنان بنیسابور محمد بن اسحاق وابراہیم
بن ابی طالب والنسائی بمصر وعبدان بالاهواز وقال مامون المصری خرجنا
الی طرطوس واجتمع من الحفاظ عبدالله بن احمد ومربع وابو الاذان وکیلجه و
غیرهم فکتبوا کلهم بانتخاب النسائی وقال ابو الحسین بن المظفر سمعت
مشائخنا بمصر یعترفون لابی عبدالرحمن النسائی بالتقدم والامامة ویصفون
من اجتهاده فی العبادة باللیل والنهار ومواظبته علی الحج والجهاد

واقامة السنن الماثورة واحترازه عن مجالس السلطان وان ذلك لم يزل
الى ان استشهد وقال الحاكم سمعت على بن عمر الحافظ غير مرة يقول النسائى
افقه مشائخ مصر فى عصره واعرفهم بالصحيح والسقيم واعلمهم بالرجال فلما
بلغ هذا المبلغ حسدوه فخرج الى الرملة فسئل عن فضائل معويه فامسك
عنه فضربوه فى الجامع فقال اخرجونى الى مكة فاخرجوه وهو عليل وتوفى مقتولا
شهيدا فقال ابوبكر المامونى سالت عن تصنيف كتاب الخصائص فقال دخلت
دمشق والمنحرف بها عن على كثير فصنفت كتاب الخصائص رجاء ان يهديهم
الله ثم صنف بعد ذلك كتاب فضائل الصحابة وقرءها على الناس۔ و
قيل له وانا حاضر الا تخرج فضائل معوية فقال اى شئ اخرج اللهم
لا تشبع بطنه وسكت السائل × توفى ٣ سنة ٣٠٣ ملہ ٢٩٤٣٦

یعنی ابو علی نیشاپوری کہتے ہین کہ نسائی ائمہ مسلمین سے تھے۔ پھر کہا نسائی امام ہین بلا مدافعت
دوسرے مقام پر کہا ہمنے چار آدمیون کو ائمہ حدیث سے دیکھا ہے۔ محمد بن اسحق۔ ابراہیم بن ابیطالب
نسائی مصر مین عبدان اھواز مین۔ مامون مصری کہتے ہین کہ حفاظ حدیث سے عبد اللہ بن
احمد مربع۔ ابو الاذان کیلجہ وغیرہ جمع ہوے۔ سب نے لکھا انتخاب نسائی۔ ابو الحسن بن
مظفر کہتے ہین ہمارے مشائخ مصر سب قائل تھے امامت و تقدم نسائی کے اور اون کی
عبادت و حج و جہاد کی صفت کرتے تھے اور یہ کہ سنن ماثورہ کی اقامت کرتے اور مجالس
سلطان سے پرہیز کرتے۔ یہی اون کا داب تھا یہانتک کہ شہید ہوے۔

امام حاکم کہتے ہین کہ علی بن عمر حافظ کو چند مرتبہ سنا کہ نسائی فقیہ تر ہین اپنے عصر کے مشائخ
سے اور سب سے زیادہ عارف ہین صحیح و سقیم و احوال رجال کے ساتھ جب اس درجہ پر پہونچے
تو لوگون نے حسد کیا جس سے وہ طرف رملہ کے چلے گئے اون سے فضائل معویہ کو پوچھا
تو سکوت کیا جس پر سب نے مسجد جامع مین اون کو مارا اونھون نے کہا ہمکو مکہ پہنچا دو پس
اونھون نے مقتول شہید ہوکر وفات کی۔

ابوبکر مامونی نے کہا کہ ہمنے اون سے وجہ تالیف خصائص دریافت کیا تو کہا کہ جب ہم وارد

دمشق میں ہوئے تو وہاں لوگوں کو حضرت علی سے زیادہ منحرف دیکھا اس امید سے کہ شاید اون کی ہدایت ہو اسکے بعد کتاب فضائل صحابہ لکھا اور سب کے سامنے اوسکو پڑھا تو کسی نے پوچھا کہ فضائل معویہ نہیں لکھا۔ کہا کہ اونکی کونسی فضیلت لکھوں کیا اللّٰھم لا تشبع بطنہ کہ خداوندا اوسکا پیٹ نہ بھر اسکے بعد وہ پیٹ میں مارے گئے اور رسالہ بھی چھپ گیا ہے اور ۲۰۳ سنہ وفات ۳۰۳ھ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب خصائص اس درجہ قابل احتجاج ہے کہ نسائی نے اس سے امید کیا تھا کہ خدا اسکی بدولت ہدایت کریگا تو کیا اسی کتاب کی کوئی روایت بھی غیر صحیح ہو سکتی ہے۔

تفضیل نسائی بر مسلم | طبقات الشافعیہ امام سبکی میں ہے۔ ابن طاہر المقدسی سالت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقہ فقلت قد ضعفہ النسائی فقال یا بنی ان لابی عبدالرحمان شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم صفحہ ۲ جلد ۲

یعنی ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی زنجانی سے ایک راوی کا حال دریافت کیا تو اوس نے اوسکی توثیق کی ابن طاہر نے کہا مگر نسائی نے اوسکو ضعیف کہا ہے تو سعد نے کہا نسائی کے شرائط رجال میں زیادہ سخت ہیں بہ نسبت شرائط بخاری و مسلم کے تو پھر ایسے شخص کی روایت کیونکر ضعیف ہو سکتی ہے جس کے شرائط سخت ہوں بخاری و مسلم سے۔

طبقات شافعیہ ابو بکر اسدی میں ہے قال القاضی تاج الدین السبکی سالت شیخنا الذھبی ایما احفظ مسلم بن الحجاج او النسائی فقال النسائی ثم ذکرت ذالک لوالدی فوافق علیہ۔

طبقات الحفاظ سیوطی میں ہے قال الذھبی ھو احفظ من مسلم بن الحجاج لہ من السنن الکبری والصغری وخصائص علی ومسند علی و مسند مالک وغیر ذالک مات سنہ ۳۰۳ھ

شرح مواہب لدنیہ محمد عبدالباقی زرقانی میں ہے النسائی ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی الخراسانی ثم المصری الحافظ احد ائمۃ المبرزین والاعلام

الطوافین والحفاظ المتکنین حتی قال الذہبی ہو احفظ من مسلم

اور طبقات شافیہ سبکی مین ہے صفحہ جلد ۲ اور طبقات شافعیہ ابوبکر اسدی مین ہے کہ تاج الدین سبکی لکھتے ہین ہمنے امام ذہبی سے پوچھا مسلم بن حجاج جنکی صحیح مسلم ہے وہ زیادہ حافظ ہین یا نسائی ۔ تو ذہبی نے کہا نسائی زیادہ حافظ ہین یہی مضمون طبقات الحفاظ سیوطی شرح مواہب لدنیہ ۔ مقالید الاسانید مین بھی ہے کہ امام نسائی زیادہ حافظ تھے بہ نسبت مسلم کے تو اب صحت روایت مذکورہ مین کیا عذر ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ راوی اسکے امام نسائی ہین جو مسلم سے بھی زیادہ حافظ حدیث تھے ۔

چونکہ کتاب مستطاب عبقات الانوار مجلد حدیث طیر مین خصائص نسائی کا جز و مین نسائی ہونا اور امام نسائی کی جلالت قدر کا حال مفصل مرقوم ہے لہذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین کیونکہ بفضلہ ہر طرح صحت اس حدیث شریف کی ثابت ہوئی کیونکہ یہ روایت خصائص نسائی مین موجود ہے جو صحاح ستہ اہلسنت مین داخل ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری مین لکھتے ہین ودرعب فی جمع مناقبہ من الاحادیث الجیاد النسائی فی کتاب الخصائص کہ جناب امیر کے مناقب کو نسائی نے کتاب خصائص مین جید حدیثون سے جمع کیا ہے ۔

ان حالات سے آپکو یہ معلوم ہوگا کہ روایت نسائی مین جو تغیر ہوا یعنی بجائے خلیفتی کے وارثی وصاحبی لکھا گیا تو کس وجہ سے ۔ کیونکہ جب محض روایت نہ کرنے سے فضائل معاویہ مقتدوہ شہید کر دئے گئے تو اگر یہ لفظ رہتا تو نہ معلوم کیا حالت ہوتی ۔ کیونکہ تفسیر و تاریخ طبری کا حال پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہین کہ تاریخ طبری چونکہ یورپ ملک جرمن مین چھپی ہے اسلئے اوسکے الفاظ بجنسہ قائم رہے مگر تفسیر طبری سے وہی الفاظ نکال دئے گئے جو مصر مین طبع ہوئی ۔ تو اگر خود نسائی نے ایسا کیا ہے تو از راہ تقیہ اور اگر یہ تحریف دوسرون کی ہے تو یقینی تحریف ہے ۔

تضعیف بخاری امام نسائی کا درجہ صرف مسلم ہی سے نہین بڑھا ہوا ہے بلکہ غور کرو تو بخاری سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ علامہ سیوطی تدریب الراوی مین لکھتے ہین ۔ قال ابن طاہر شرط البخاری و مسلم ان یخرجا الحدیث المجمع علی ثقۃ رجالہ الی الصحابی المشہور قال العراقی ولیس ما قالہ بجید لان النسائی ضعف جماعۃ اخرج لہم الشیخان او احدہما صفحہ ۳

کہ ابن طاہر نے کہا شرط بخاری و مسلم یہ ہے کہ ایسی حدیثیں روایت کریں جنکے رجال کے وثوق ہونے پر صحابہ اجماع ہو۔ کہا عراقی نے یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویان کو ضعیف کر دیا جنسے بخاری و مسلم نے روایت کیا یا صرف بخاری یا صرف مسلم نے روایت کی ہے جب خود امام نسائی کا یہ درجہ ہے کہ امام مسلم سے بڑھکر وہ حافظ ہیں راویان صحیح بخاری و مسلم کو انھوں نے ضعیف کر دیا۔ تو پھر روایات خصائص نسائی کے صحیح السند ہونے میں کسی کو تامل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسکی تصنیف ہی محض بغرض ہدایت خوارج و نواصب اہل شام ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ ہدایت صرف احادیث صحیحہ سے ہو سکتی ہے نہ احادیث ضعیفہ و موضوعہ سے کہ وہ تو اور بھی گمراہ کرنیوالی حدیثیں ہیں

شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین میں لکھتے ہیں۔ ص ۱۱۱

و سبب موت او آنست کہ چون از تصنیف مناقب مرتضوی رضی اللہ عنہ فارغ شد خواست کہ آن کتاب را در جامع دمشق بر ملا بیان کند تا مردم آنجا کہ بسبب طول سلطنت بنی امیہ میلے بمذہب نواصب پیدا کردہ بودند مہتدی شوند قدرے ازان کتاب مذکور کردہ بود کہ سائلی گفت کہ در مناقب امیر المؤمنین معاویہ نیز چیزے نوشتہ نسائی گفت کہ معاویہ را ہمین بس است کہ سر بسر نجات یابد او را مناقب کجاست و بعضی گویند کہ این کلمہ ہم گفت کہ نزد من از مناقب او ہیچ صحیح نشدہ مگر حدیث لا اشبع اللہ بطنہ عوام مردم او را بتشیع تہمت کردہ لگد کردند و چند ضربہ شدیدہ بخصیتین او کہ بسبب آن نیم جان شد خادمانش برداشتہ بخانہ آوردہ اند او گفت مرا ہمین وقت روانہ مکہ معظمہ کنید کہ در مکہ بمیرم یا در راہ مکہ گویند کہ بعد از رسیدن بمکہ وفات و در میان صفا و مروہ مدفون شد وفات او روز دوشنبہ سیزدہم صفر سال سہ صد و سہ بودہ است ص ۱۱۱

اس سے بھی صحت خصائص نسائی بشکل آفتاب تابان نمایان ہے کہ اگر ایک روایت بھی اسمیں ضعیف ہوتی تو خوارج و نواصب یا اہلسنت اوسکی رد کرتے اوسکی موضوعیت اور ضعف کو ثابت کرتے نہ کہ اس بے دردی سے شہید کرتے جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ خصائص نسائی ایسی صحیح تھی کہ اسکا جواب بجز قتل کچھ نہ تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ خود اپنے ہاتھوں سے قتل

ہوتی - اور کسی طرح اون کو دست رس نہ ملتا - والحمد للہ علی وضوح الحق -

رہا تیسرا مقدمہ کہ نسائی صحاح ستہ مین داخل ہے تو عجالہ نافعہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی مین ہے سے طبقہ ثانیہ احادیثے کہ درین ہر سہ صفت بدرجہ احادیث صحیحین نرسیدہ اند لیکن قریب صحیح اند درین صفات وآن حدیث جامع ترمذی و سنن ابو داؤد و سنن نسائی است کہ مصنفان این کتب مشہور و معروف اند بوثوق و عدالت و حفظ و ضبط و تبحر در فنون حدیث و درین کتابہا بہ تساہل و تسامح راضی نشدہ اند و حال حدیث و علت آن را بقدر امکان بیان نمودہ اند و لہذا فیما بین علمائے اسلام شہرت یافتہ اند پس این شش کتاب صحاح ستہ مانند و ابن الاثیر در جامع الاصول این شش کتاب را جمع نمودہ -

چوتھی حدیث مختارہ ضیاء مقدسی کی ہے جیسا کہ کتاب کنز العمال سے معلوم ہوا کہ اس روایت کو ضیاء مقدسی نے بھی لکھا ہے حم وابن جریر و صححہ والطحاوی ومن ملاء اور جلد اول مین شرح رموز مین لکھتے ہین ورموزت للبخاری (خ) ولمسلم (م) ولابن حبان (حب) وللحاکم فی المستدرک (ک) وللضیاء المقدسی فی کتاب المختارۃ (ض) وجمیع ما فی ہذہ الکتب الخمسۃ صحیح فالعزو الیہا معلم بالصحۃ سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ صـ

ہمنے بخاری کیلئے (خ) کو علامت قرار دیا ہے - اور مسلم کیلئے (م) (ابن حبان کیلئے (حب) حاکم کیلئے مستدرک مین (ک) اور ضیاء مقدسی کیلئے کتاب مختارہ مین (ض) تو جو حدیث ان پانچ کتابون مین ہے وہ سب صحیح ہے - جب کسی کتاب کی طرف ان کتابون سے کسی حدیث کی نسبت کیجائے تو جاننا چاہئے وہ صحیح ہے - ہان مستدرک کی روایت پر جو کچھ اعتراض کیا گیا ہے تو ہم خود اوسپر تنبیہ کر دینگے پھر لکھتے ہین ما کان فی مسند احمد فہو مقبول فان الضعیف الذی فیہ یقرب من الحسن -

اور جو روایتین مسند احمد بن حنبل مین ہین وہ سب مقبول ہین کیونکہ جو روایت اوسمین ضعیف ہی ہی وہ بھی قریب بحسن ہے کہ حکم حدیث حسن اوسپر جاری ہے -

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہان روایات مسند احمد بن حنبل مقبول ہین وہان کل روایات

مختارہ ضیاء مقدسی صحیح ہیں تو الحمد للہ کہ اس روایت کا صحیح ہونا بھی اس عبارت سے بخوبی
ظاہر ہوا کشف الظنون میں ہے صـ۴۹ جلد ۲

المختارة فی الحدیث للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی
المتوفی سنہ ۶۴۳ ثلاث واربعین وستمائة التزم فیه الصحة فصح فیه احادیث
لم یسبق الی تصحیحها قال ابن کثیر وهذا الکتاب لم یتم وکان بعض مشائخنا
یرجحه علی مستدرک الحاکم

یعنی کتاب مختارہ حدیث میں ہے حافظ ضیاء الدین محمد بن عبداللہ الواحد مقدسی حنبلی کی تصنیف
جن کی وفات ۶۴۳ھ میں ہوئی اس میں التزام کیا ہے صحت کا صحیح کیں ان حدیثوں کی تصحیح کی
جسکے قبل کوئی سابق نہوا۔ کہا ابن کثیر نے کہ یہ کتاب ناتمام رہی ہمارے بعض مشائخ اس کو
مستدرک امام حاکم پر ترجیح دیتے ہیں۔

تدریب الراوی سیوطی میں ہے صـ۴۶

ومنهم الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی جمع کتاباً سماه المختارة التزم
فیه الصحة وذکر فیها احادیث لم یسبق الی تصحیحها۔

یعنی منجملہ انکے حافظ ضیاء الدین ہیں جنھوں نے ایک کتاب جمع کی ہے جسکا نام مختارہ ہے اسمیں
التزام کیا ہے صحت کا اور ایسی حدیثیں اس میں ذکر کی ہیں جن پر کسی نے سبقت نہ کی۔

یہی مضمون کتاب التقیید والایضاح زین الدین عراقی اور ضوء اللامع سخاوی اور شرح مشکوٰۃ
عبد الحق دہلوی اور اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن خان اور قول مستحسن مولوی حسن الزمان صاحب
میں بھی موجود ہے کہ سبنے اسکی تصریح کی ہو کہ مختارہ کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔ پھر اس حدیث کی صحت
میں کس کافر کو شک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایک امام کی تصحیح کافی ہے تو یہاں تو اتنے ائمہ دین کے
نصوص میں اس حدیث کی صحت ہے۔

پانچویں اس حدیث کو علامہ عجیلی نے ذخیرۃ المآل میں صحیح کہا ہے ملاحظہ ہو صـ

۵ وصیة ولیه الهادی وخزه هلاوی یقال لهم سلونی ۔ اما الوصیة فقد صح
انه لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین امر النبی علیاً بصنع طعاماً و بدعو

لہ اولاد عبد المطلب وفیہ انہ دعاھو الی الاسلام فردوہ فاخذ براس علی
وقال اللھم ھذا اخی ووصی وخلیفتی من بعدی ووصی وساق بطولہ
یعنی شاعر نے کہا ہے حضرت کے وصی ہمارے ولی ہیں جس نے اون سے کہا سلونی اسکی شرح میں
لکھتے ہیں لیکن وصیت پس بطور صحیح وارد ہے کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو
رسول اللہ نے جناب امیر کو حکم دیا کہ کھانا تیار کریں اور اولاد عبد المطلب کی دعوت کریں۔
حضرت نے اونکو اسلام کی طرف دعوت کیا تو اونھوں نے رد کیا تب حضرت نے جناب امیر
کا سر پکڑا اور فرمایا خداوندا یہ میرا بھائی اور خلیفہ ہے بعد میرے اور وصی میرا ہے۔
اب اس سے بڑھکر کیا نص صریح ہو سکتا ہے صحت حدیث پر جسکے بارہ میں علامہ عجیلی فرماتے
ہیں فقد صح کہ یہ روایت صحیح ہے۔
احمد بن عبد القادر عجیلی مصنف ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل کے حق میں مولوی
صدیق حسن صاحب جو المحدث کے امیر المومنین ہیں ابجد العلوم میں فرماتے ہیں صفحہ ۸۱۲
الشیخ احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی اخذ العلوم من آبائہ الکرام وعن
غیرھم من الاعلام وھم کثیرون منھم + وللشیخ احمد مولفات ورسائل
ومنظومات ومسائل یطول ذکرھا منھا النفحۃ القدسیۃ فی ظائف العبودیۃ
وعقد جواھر اللآل فی مدح الآل وعلیہ شرح وتقاریظ من جمع جم منھم السید
الجلیل علی بن محمد بن احمد بن اسحق کتبہ بمکۃ المشرفۃ سنہ ۱۰۸۸ وللسید عبد
الرحمن بن سلیمان کالاول فیہ اجازۃ فی الحدیث المسلسل بالاولیۃ ولہ
مناقب وفضائل شہیرۃ وکان لا یسمع بذی فضیلۃ فی جہۃ من الجھات الا
وتعرف بہ واستطلع حقیقۃ فضیلۃ ومکث علی ھذہ الحالۃ دھرا طویلا
ثم آثر الخلوۃ والعزلۃ الی ان انتقل الی جوار رحمۃ اللہ تع
یعنی شیخ احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی نے علوم کو اپنے آبا اکرام وغیرہ سے حاصل کیا
جو تعداد میں کثیر ہیں اسکے بعد کچھ لوگوں کا نام بھی لکھا پھر فرماتے ہیں کہ انکی تصنیفات سے
بہت سے رسائل ومسائل ہیں جسمیں سے ایک نفحہ قدسیہ ہے دوسرا عقد جواہر اللآل

فی درج الآل جسپر شرح بھی لکھی (ذخیرۃ المآل) انکے مناقب کثیر ہین اور فضائل مشہور۔ مدتون یہی حالت رہی پھر عزلت نشین ہوئے۔

چھٹے یہی حدیث بعینہ تفسیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۷۴ مین بھی موجود ہے۔ مگر صاحبان مطبع مصر نے عجب کمال کیا ہے کہ اصل حدیث مین یہ تصرف کیا۔ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی وکذا وکذا۔ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی کذا وکذا فاسمعوا له واطیعوا۔ ص۷۹ جس سے معلوم ہوا کہ مہتمان مطبع نے وصی وخلیفتی کو نکالکر کذا وکذا لکھا۔ اس صنعت کو اہلسنت صنعۃ اکتفا کہتے ہین ملاحظہ ہو اصلاح ۔ جلد صفحہ

مگر افسوس اس ترکیب سے بجز رسوائی اور کوئی نفع نہین ہوا۔ کیونکہ اسی امام طبری کی تاریخ لیدن ملک جرمن مین چھپ چکی ہے جسکی نقل مصر مین چھپی اوس مین اس خیانت کا موقع نہ ملا اور آجتک لفظ اخی ووصی وخلیفتی موجود ہے جسکا اقرار خود اڈیٹر المحدیث نے بھی کیا تفسیر طبری کی صحت کا اقرار خود یاقوت حموی نے معجم الادبا مین کیا ہے جس مین گیارہ بارہ ورق مین طبری کے حالات کو لکھے ہین قال رایت فی النوم کانی فی مجلس ابی جعفر والناس یقرؤن علیه کتاب التفسیر فسمعت ھاتفا بین السماء والارض یقول من اراد ان یسمع القران کما انزل فلیسمع ھذا الکتاب ولم یتعرض لتفسیر غیر موثوق فانه لو یدخل فی کتابه شیئا من کتاب محمد بن سائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانھم عنده اظناء۔ یعنی ابو محمد کا بیان شیخ خزانہ سے کہ ہمنے خواب مین دیکھا ہم گویا مجلس ابو جعفر طبری مین بیٹھے ہین اور کوئی تفسیر پڑھ رہا ہے۔ اتنے مین ہاتف کی آواز سنی کہ جو شخص چاہے قرآن کو اوسی طرح سے جسطرح نازل ہوا تو اس تفسیر کو سنے لکھتے ہین۔ اس تفسیر مین کوئی روایت غیر موثوق بہ کو نہین لائے ہین۔ کیونکہ طبری نے نہ محمد بن سائب کلبی سے کچھ لکھا ہے نہ مقاتل بن سلیمان سے نہ محمد بن عمر واقدی سے کہ وہ سب اوسکے نزدیک متہم تھے۔

پھر اس حدیث کے صحیح ہونے مین کیا عذر ہے کیونکہ تفسیر طبری مین کوئی روایت غیر موثوق داخل ہی نہین کی گئی اور یہ تفسیر ایسی ہے کہ گویا اصلی قرآن ہے جو نازل من اللہ ہے تفسیر

دست عثمان سے گویا بچا ہوا ہے۔

(۷) ساتوین یہی روایت بجنسہ تاریخ طبری مین بھی موجود ہے جسکا چند مرتبہ تذکرہ ہو چکا ہے لہذا تفسیر اور تاریخ کے صحیح ہونے کا حال ملاحظہ ہو۔

طبقات المفسرین محمد بن علی بن احمد داودی تلمیذ سیوطی مین ہے محمد بن جریر بن یزید بن غالب الطبری ابو جعفر راس المفسرین علی الاطلاق احد الائمہ جمع من العلوم مالم یشارکہ فیہ احد من اہل عصرہ وکان حافظاً لکتاب اللہ بصیراً بالمعانی فقیہا فی احکام القران عالماً بالسنن وطرقہا صحیحہا وسقیمہا ناسخہا ومنسوخہا ×× ولہ التصانیف العظیمۃ منہا تفسیر القران وہو اجل التفاسیر لم یولف مثلہ کما ذکرہ العلماء قاطبۃً وذلک لانہ جمع فیہ بین الروایۃ والدرایۃ ولم یشارکہ فی ذلک احد لا قبلہ ولا بعدہ ×× مولدہ بآمل سنۃ ۲۲۴ومات یوم الاحد سنۃ ۳۱۰ھ۔

محمد بن جریر طبری راس المفسرین ہین علی الاطلاق۔ منجملہ اماموں کے ایک امام ہین وہ علوم ان مین جمع تھے جس مین کوئی شریک اونکا نہ تھا۔ حافظ کتاب اللہ تھے صحیح سقیم ناسخ منسوخ سے واقف تھے تفسیر تو ایسی لکھی کہ آجتک اسکے مثل کوئی تفسیر لکھی نہین گئی کیونکہ روایت و درایت دونون کو جمع کیا ہے جس مین ان کا شریک نہ کوئی قبل ہوا نہ بعد ولادت ۲۲۴ سنہ وفات ۳۱۰ سنہ۔

اس عبارت نے آپکو بتا دیا کہ کل احادیث تفسیر صحیح ہین کیونکہ صحیح وسقیم کے پہچاننے مین وہ امام تھے۔ اور یہ روایت جس مین بحث ہے ایسی صحیح ہے جس مین کسیطرح شک ہی نہین ہو سکتا۔ کیونکہ روایت و درایت دونون کو اونھون نے جمع کیا ہے:۔

یاقوت حموی معجم الادبا مین لکھتے ہین کان ابو جعفر یذھب فی الامامۃ الی امامۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وما علیہ اصحاب الحدیث فی التفضیل یعنی ابو جعفر طبری امامت مین قائل بہ امامت ابو بکر وعمر وعثمان وعلی تھے جو طریقہ اہل حدیث ہے تفضیل مین

علامہ محمد بن جریر طبری مذکور کی تعریف میں علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے چند مضمون کو جمع کیا ہے جس میں لکھتے ہیں قال ابو حامد الاسفرائنی لو سافر رجل الی الصین فی تحصیل تفسیر ابن جریر لم یکن کثیراً۔ یعنی ابو حامد اسفرائنی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص طلب تفسیر ابن جریر میں ملک چین کا سفر کرے تو اس نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔

علامہ یافعی مرآۃ الجنان حالات ۳۱۰ھ میں لکھتے ہیں: وله مصنفات ملیحة فی فنون عدیدة تدل علی سعة علمه وغزارة فضله وکان ثقة فی نقله وتاریخه قیل تاریخه اصح التواریخ واثبتها۔

یعنی فنون عدیدہ میں ان کی نہایت عمدہ تصنیفیں ہیں جس سے وسعت علم اور غزارت فضل ظاہر ہے۔ نقل روایت میں یہ معتمد تھے اور تاریخ کو ان کی کہا جاتا ہے کہ اصح التواریخ ہے۔

چونکہ انکے حالات اور جلالت قدر ان کی کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد حدیث ولایت میں بتفصیل تمام مذکور ہے اور جلد اول اصلاح میں بھی مرقوم ہو چکا ہے لہذا اسیقدر پر یہاں اکتفا کیا گیا۔ جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ روایت خلافت جناب امیر سنداً صحیح ہے۔

آٹھویں یہی حدیث تفسیر معالم التنزیل میں ہے تفسیر سورۂ شعرا صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ بمبئی۔

روی محمد بن اسحق عن عبد الغفار بن القسم عن المنهال بن عمرو عن عبد الله بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد الله بن عباس عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت هذه الآیة علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا علی ان الله یامرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی انادیهم بهذا الامر اری منهم ما اکره فصمت علیها حتی جاءنی جبرئیل فقال یا محمد ان لا تفعل ما تؤمر یعذبک ربک فاصنع لنا صاعاً من طعام واجعل علیه رجل شاة واملأ لنا عساً من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی ابلغهم ما امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم له وهم یومئذ اربعون رجلاً یزیدون رجلاً او ینقصونه

دعا بالطعام الذی صنعت فجئت به فلمّا وضعته تناول رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حذیة من اللحم فشقها باسنانہ ثم القاها فی نواحی الصحفة ثم
قال خذوا بسم اللہ فاکل القوم حتی ما لھم شیٔ عن حاجة وایم اللہ ان کان
الرجل الواحد منھم لیاکل مثل ما قدمت لجمیعھم ثم قال اسق القوم فجئتھم
بذلک العس فشربوا حتی رووا جمیعًا وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منھم
یشرب مثله فلمّا اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکلمھم
بدرہ ابولھب فقال سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمھم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقال الغد یا علی ان ھذا الرجل قد سبقنی الی ما سمعت
من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمھم فعد لنا من الطعام مثل ما
صنعت ثم اجمعھم ففعلت ثم جمعتھم ثم دعانی بالطعام فقربته ففعل
کما فعل بالامس فاکلوا وشربوا ثم تکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقال یا بنی عبد المطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرة وقد
امرنی اللہ تعالی ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری ھذا ویکون
اخی ووصیّی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنھا جمیعًا فقلت
وانا احدثھم سنًا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ قال فاخذ برقبتی
ثم قال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا
فقام القوم یضحکون یقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لعلی و
تطیع۔

مطلب حدیث تو واضح ہے کہ جب حضرت کو اعلان نبوت کا حکم ہوا تو جناب امیر کو حکم
دیا کہ انکے لئے سامان دعوت کرو۔ جب سب جمع ہوئے حضرت نے فرمایا کون ہماری ارانت
کرتا ہے اس کام میں اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی وصی خلیفہ ہو تم لوگوں میں کسی نے
نہ قبول کیا بجز جناب امیر جسپر حضرت نے جناب امیر کی گردن پکڑکر فرمایا یہ میرا بھائی وصی خلیفہ ہے
تم لوگوں میں تم اسکا سنو۔ اسکی اطاعت کرو قوم ٹھٹھا کرتی ہوئی اور کھڑی ہوئی حضرت

ابوطالب سے کہتی ہوئی کہ تمکو حکم دیا ہے کہ علیؓ کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔

اس حکم کے نص صریح ہوئے مین تو کسی کافر کو بھی شک نہین ہو سکتا۔ کیونکہ آپ پر ادہون نے مضحکہ کے طور پر کہا تھا کہ تمکو حکم ہوا ہے کہ اپنے بیٹے کی فرمانبرداری کرو کیونکہ مضحکہ ادنکا اسپر تھا کہ خود تو ابھی کسی طور سے اقتدار نہین رکھتے۔ اور چلے خلیفہ مقرر کرنے۔ جسکو مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی کہدیا کہ خود تو ابھی بادشاہ نہ تھے خلیفہ کیا مقرر کرتے۔

غرض نص صریح ہونے تو کسی طرح شک ہی نہین جسکا آخر مین مولوی ثناء اللہ صاحب کی دبی زبان سے اقرار کیا۔ اور عذر کیا تو اسی صحت کا لہذا یہ مرحلہ بھی طے کر دیا جاتا ہے۔

اہلسنت کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ مین لکھتے ہین بذیل ذکر تفسیر ثعلبی۔

تفسیرہ وان کان غالب الاحادیث التی فیہ صحیحۃ ففیہ ما ھو کذب موضوع باتفاق اھل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ والثعلبی اعلم باقوال المفسرین ذکر البغوی عنہ اقوال المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذہ الامور نقلھا البغوی من الثعلبی واما الاحادیث فلم یذکر فی تفسیرہ شیئا من الموضوعات التی رواھا الثعلبی بل یذکر الصحیح منھا ویعزوہ الی البخاری وغیرہ فانہ صنف کتاب شرح السنۃ وکتاب المصابیح وذکر ما فی الصحیحین والسنن ولم یذکر الاحادیث التی یظھر لعلماء الحدیث انھا موضوعۃ کما یفعل غیرہ من المفسرین کالواحدی صاحب الثعلبی وھو اعلم بالعربیۃ منہ وکالزمخشری وغیرھم من المفسرین الذین یذکرون من الاحادیث ما یعلم اھل الحدیث انہ موضوع۔

کہ تفسیر ثعلبی مین اگرچہ غالب احادیث صحیح۔ مگر بعض حدیثین موضوع بھی ادس مین داخل ہین۔ اسلیے جب ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے ادسکو مختصر کیا تو ثعلبی سے صرف اقوال مفسرین ونحاۃ وقصص انبیاء کو نقل کیا کیونکہ بغوی۔ علم حدیث۔ سنت۔ فقہ مین اعلم تھے۔ بہ نسبت ثعلبی کہ وہ اقوال مفسرین کے البتہ اعلم تھے۔

بغوی نے اون حدیثون کو مطلق نہ لکھا جو موضوعات سے ہین اور ثعلبی نے انکی روایت کی جو حدیث کہ صحیح ہوتی ہے اوسکو لکھتے ہین بخاری وغیرہ سے کیونکہ مصنف ہین کتاب شرح سنہ. کتاب المصابیح کے اور ذکر کیا اوسکو جو صحیحین و سنن مین ہے اور نہ لکھا اُن حدیثون کو جن کی موضوعیت ظاہر ہوئی۔ علماء اہلحدیث کو جیسا کہ اور مفسرین کرتے ہین مثل واحدی صاحب ثعلبی کے یا زمخشری وغیرہ مفسرین کے جو اون حدیثون کو بھی لکھ جاتے ہین جو اہل علم کے نزدیک موضوع ہین۔

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تفسیر معالم التنزیل بغوی مین جو روایت ہے وہ صحیح ہے موضوع وغیرہ اس مین داخل نہین ہے تو اس روایت کی صحت سند مین کوکوئی عذر نہین ہو سکتا۔

کیونکہ مشکوۃ مین ہے وکان کتاب المصابیح الذی صنفہ الامام محی السنۃ قامع البدعۃ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی رفع اللہ درجتہ اجمع کتاب صنف فی بابہ واضبط لشوارد الحدیث واوابدھا مثلہ

یعنی کتاب المصابیح جسکو امام محی السنۃ قامع البدعۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء البغوی نے تصنیف کیا سب سے جامع کتاب تھی جو اپنے باب مین تصنیف ہوئی اور متفرق و منتشر احادیث کی سب سے ضابطہ اسکے بعد حال اختصار کتاب مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ سند محی کا امام ہے کہ آج اوسی کی مصابیح کے مختصر مشکوۃ پر سارے علماء اہلحدیث کا عمل ہے۔ پھر اوسکی روایت مین کسکو شک ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اسکے احادیث کی صحت پر نص کیا ہے۔ تو اب کسی وہابی کو اس حدیث کی صحت سند مین عذر نہین ہو سکتا۔

شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی مین ہے اور صفحہ ۱۴ جلد اول۔

ودر وجہ لقب او بہ محی السنۃ آوردہ اند کہ چون شرح کتاب السنۃ را تالیف نمود آنحضرت را در واقعہ دید کہ فرمود احیاک اللہ کما احییت سنتی فرندہ دارد ترا خدا

تو یہی روایت بجنسہ محمد بن اسحق کی روایت ہے جیسا کہ کنز العمال سے منقول ہوا۔ آپ جانتے ہیں یہ امام محمد بن اسحق کون بزرگ ہیں تہذیب التہذیب میں ہے۔ خت م ۴ محمد بن اسحق بن یسار۔ یعنی ان سے بخاری نے تعالیق میں اور مسلم نے اور کل جامعین صحاح ستہ نے روایت کیا ہے جلد ۹ صفحہ ۳۸

قال علی بن المدینی مدار حدیث رسول اللہ صلعم ستة فذكرهم ثم قال فصار علم الستة عند اثنا عشر فذكر ابن اسحق فيهم وقال ابن عيينة رايت الزهری قال لمحمد بن اسحق اين كنت فقال هل يصل اليك احد قال فدعا حاجبه وقال لا تحجبه اذا جاء وقال ابن المدينی سمعت سفيان قال قال ابن شهاب وسئل عن مغازيه فقال هذا اعلم الناس وقال ابن ابی خيثمة عن ابن معين قال عاصم بن عمر بن قتادة لا يزال فی الناس علم ما بقی ابن اسحق وقال ابن ابی خيثمة عن هارون بن معروف سمعت ابا معاوية يقول كان ابن اسحق من احفظ الناس فكان اذا كان عند الرجل خمسة احاديث او اكثرها فاستودعها ابن اسحق وقال النفيلی عن عبد اللہ بن فائد كنا اذا جلسنا الی ابن اسحق فاخذ فی فن من العلم قضی مجلسه فی ذلك الفن منه

امام علی بن مدینی کہتے ہیں کہ مدار احادیث رسول چھ آدمیوں پر ہے (عمرؓ جناب امیرؑ۔ ابن مسعودؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابو الدرداءؓ۔ اور ان چھ آدمیوں کا علم بارہ آدمیوں کو ملا ہے ابن اسحق بھی ہیں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ امام زہری نے کہا ابن اسحق سے کہاں تھے تو ابن اسحق نے جواب دیا کیا تم تک کسی کی رسائی بھی ہوتی ہے۔ اسپر زہری نے اپنے دربان کو بلا کر کہا کہ دیکھو جب یہ آیا کریں تو انکو نہ روکنا۔ ابن شہاب سے کسی نے انکے علم مغازی کو پوچھا تو کہا یہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ ابن ابی خیثمہ ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ جبتک ابن اسحق باقی رہینگے اوسوقت تک علم باقی رہیگا ابو معاویہ کہتے ہیں کہ ابن اسحق سب سے بڑے حافظ تھے اگر کسی کے پاس پانچ یا زیادہ حدیثیں ہوتیں

تو وہ ابن اسحٰق کو بطور امانت سونپتا اور پھر اوسی طرح واپس لیتا۔ نفیلی کہتے ہین کہ جب ہملوگ ابن اسحٰق کی مجلس مین بیٹھتے اور وہ کسی فن کو شروع کرتے تو پورے مجلس اوسی فن مین ختم کر دیتے۔

عن ابن عیینہ قال جالست ابن اسحٰق ثلث وبضع وسبعین سنۃ وما شك احد من اہل المدینۃ ولا یقول فیہ شیئاً

ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ہم کچھ اوپر ستر برس ابن اسحٰق کی صحبت مین رہے مگر کسیکو اہل مدینہ سے ایسا نپایا جو اونکے بارہ مین کچھ اعتراض کرتا یا شک کرتا

پھر جس روایت کے راوی محمد بن اسحٰق ہو جو امام فن المغازی ہین اوس روایت مین کیونکر شک و شبہہ ہو سکتا ہے تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی مین ہے قال شعبۃ ھو امیر المومنین فی الحدیث وقال یزید بن ھارون لو کان لی سلطان لامرت ابن اسحٰق علی المحدثین صفحہ ۱۵۶ جلد اول

یعنی امام شعبہ کہتے تھے کہ محمد ابن اسحٰق علم حدیث مین امیر المومنین تھے اور یزید بن ہارون کہتے ہین کہ اگر ہمکو سلطنت ملتی تو محمد بن اسحٰق کو تمامی محدثین پر امارت دیتے۔ پھر جس حدیث کے امام محمد ابن اسحٰق راوی ہون اوس روایت کی صحت مین کسطرح شک ہو سکتا ہے۔

دسوین اس روایت کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے جو علم تفسیر کے امام اعظم تھے جیسا کہ کنز العمال سے مذکور ہوا۔

علامہ سیوطی لآلی مصنوعہ مین لکھتے ہین واخرجہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ الذی التزمان یخرج فیہ اصح ما ورد ولم یخرج فیہ حدیثا موضوعا البتۃ

کہ ابن حاتم نے اپنی تفسیر مین اسکا التزام کیا ہے کہ صحیح ترین روایات کو وارد کرے اور ہرگز کسی حدیث موضوع کو اوس نے نہین لکھا۔

امام ابن ابی حاتم کوئی معمولی امام نہین ہین بلکہ بڑے محقق وعلامہ علم حدیث سے ہین کہ نزد وہابیون کی تحقیقات مین ان کا نام آتا ہے نواب صدیق حسن خان کہتے ہین

عبد الرحمن بن محمد بن ادریس ابو محمد بن ابی حاتم التمیمی الحنظلی الامام الحافظ بن الحافظ سمع اباہ وغیرہ قال ابن مندہ صنف ابن ابی حاتم المسند فی الف جزء وله مقدمة الجرح والتعدیل واختلاف الصحابة والتابعین وعلماء الامصار وله الجرح والتعدیل فی مجلدات تدل علی سعة حفظه وامامته وکتاب الرد علی الجهمیة وله تفسیر کبیر سائرۃ آثار مسندة فی اربع مجلدات وکان یعد من الابدال وقد اثنی علیه جماعة بالزهد والورع التام والعلم والعمل توفی فی المحرم سنة ۳۲۷ رحمه الله تعالی

یعنی یہ خود امام بن امام حافظ بن حافظ ہین جنہون نے اپنے باپ سے حدیثون کو سنا ابن مندہ کہتے ہین امام ابی حاتم نے اپنا مسند لکھا ہزار جزو مین اور ایک مقدمہ لکھا جرح وتعدیل اور اختلاف صحابہ وتابعین وعلماء امصار مین اور کتاب جرح وتعدیل جو چند جلدون مین ہے جس سے اونکے حفظ کی وسعت اور امامت معلوم ہوتی ہے اور کتاب الرد علی الجہمیہ اور ایک بہت بڑی تفسیر جو چار جلدون مین ہے اور اوس مین کل آثار ہین (جو رسول اللہ اور صحابہ وتابعین سے منقول ہے) ان کا شمار ابدال مین تھا اور ایک جماعت علما نے انکی توصیف کی ہے زہد ورع تام وعلم وعمل کے ساتھ ۳۲۷ھ وفات ہے۔

اور تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی جلد ۳ مین ہے۔

قال ابو یعلی الخلیلی اخذ علم ابیه وابی زرعة وکان بحرا فی العلوم ومعرفة الرجال صنف فی الفقه واختلاف الصحابة والتابعین وکان زاهدا یعد من الابدال قلت کتابه فی الجرح والتعدیل یقضی له بالرتبة المنیفة فی الحفظ وکتابه فی التفسیر عدة مجلدات وله مصنف کبیر فی الرد علی الجهمیة یدل علی امامته قال علی بن احمد الفرضی ما رایت احدا ممن عرف عبد الرحمن ذکر عنه جهالة قط [illegible]

یعنی ابو یعلی الخلیلی کہتے ہین کہ اسنے اپنے باپ کے علوم کو اور ابو زرعہ کے علوم کو حاصل کیا اور علم او رمعرفۃ رجال سکے دریا تھے تفسیر مین اور اختلاف صحابہ وتابعین مین بھی تصنیف کیا اور انکا شمار ابدال سے تھا ذہبی کہتے ہین کہ اسکی جو کتاب جرح وتعدیل مین ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفظ حدیث مین اون کا کیسا عالی درجہ تھا اور تفسیر مین اونکی کتاب چند جلدون مین ہے علی بن احمد فرضی کہتے ہین کہ جسکا ذکر ابن ابی حاتم نے کیا ہے کبھی کسی نے جہالت کی نسبت اوسکی طرف نہین دی پھر جو شخص ایسا بحر العلوم ہو اوسکے نسبت کوئی کیونکر یہ دعوی کر سکتا ہے کہ اوسنے کسی حدیث ضعیف یا مجروح کو اپنے مسند یا تفسیر مین داخل کیا ہے جسکی سند صحیح ہے تو پھر اس حدیث شریف کی صحت مین کیسا عذر ہو سکتا ہے جسکو امام ابن ابی حاتم نے بسند صحیح نقل کیا ہے

گیارہوین اس حدیث کو منجملہ کنز العمال ابن مردویہ نے بھی نقل کیا ہے تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی مین ہے۔ ابن مردویہ الحافظ الثبت العلامہ ابو بکر احمد بن موسی بن مردویہ الاصبہانی صاحب التفسیر والتاریخ وغیر ذلک وعمل المستخرج علی صحیح البخاری وکان فہما بمعرفۃ ہذا الشان بصیرا بالرجال طویل الباع ملیح التصانیف ولد سنہ ثلث وعشرین وثلثمائۃ ومات بست من رمضان سنہ ست عشرۃ واربع مائۃ صفحہ ۲۵۲ جلد ۳

علامہ ابو بکر احمد بن موسی بن مردویہ اصفہانی صاحب تفسیر و تاریخ ہین۔ انہون نے صحیح بخاری پر مستخرج لکھا ہے اور اس فن حدیث کے بڑے ماہر تھے اور علم الرجال سے پورے واقف تھے اور عمدہ تصانیف لکھا تھا ۳۲۳ھ ولادت سنہ ۴۱۶ھ ہے۔

بارہوین روایت حسب تصریح کنز العمال ابو نعیم اصفہانی کی ہے جو مشہور مصنف حلیۃ الاولیاء و دلائل النبوۃ ہین تاج مکلل مولوی صدیق حسن خان مین ہے الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحق بن موسی بن مہران الاصبہانی الحافظ المشہور صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء کان من اعلام المحدثین واکابر الحفاظ اخذ عن الافاضل واخذوا عنہ وانتفعوا بہ وکتابہ حلیۃ الاولیاء

من احسن الکتب + توفی فی رجب ۴۳۰ھ

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی مشہور حافظ حدیث ہین جنکی کتاب حلیۃ الاولیا ذہبی
یہ اعلام محدثین و اکابر حفاظ سے تھے اور بہت سے افاضل سے انھون نے علم حدیث
کو حاصل کیا اور لوگ بھی انکے علوم سے مستفیض ہوے انکی کتاب حلیۃ الاولیا احسن کتب
سے ہے

تیرہوین روایت بتصریح کنز العمال امام بیہقی کی یہی ہے کیفیت امام بیہقی کی نسبت تاج مکلل
نواب صدیق حسن خان مین ہے س ۹

ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسی البیہقی الخسرو
جردی الفقیہ الشافعی الحافظ الکبیر المشہور واحد زمانہ وفرد اقرانہ
فی الفنون من کبار اصحاب الحاکم ابی عبد اللہ بن البیع فی الحدیث ثم
الزائد علیہ فی انواع العلوم اخذ الفقہ عن ابی الفتح ناصر بن محمد العمری
المروزی غلب علیہ الحدیث واشتہر بہ رحل فی طلبہ الی العراق و
الجبال والحجاز وسمع بخراسان من علماء عصرہ وکذلک ببقیۃ البلاد التی
انتہی الیہا وشرع فی التصنیف فصنف فیہ کثیرا حتی قیل تبلغ تصانیفہ
الف جزء وہو اول من جمع نصوص الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فی عشر
مجلدات ومن مشہور مصنفاتہ السنن الکبیر والسنن الصغیر ودلائل
النبوۃ والسنن والآثار وشعب الایمان ومناقب الشافعی المطلبی ومناقب
احمد بن حنبل وغیر ذلک وکان قانعا من الدنیا بالقلیل وقال امام
الحرمین فی حقہ ما من شافعی المذہب الا وللشافعی علیہ منۃ الا احمد
البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ وکان من اکثر الناس نصرا للمذہب
الشافعی وطلب الی نیسابور لنشر العلم فاجاب وانتقل الیہا وکان علی
سیرۃ السلف واخذ عنہ الحدیث جماعۃ من الاعیان منہم زاہر الشحامی
ومحمد الفراوی وعبد المنعم القشیری وغیرہم وکان مولدہ فی شعبان

سنۃ اربع وثمانین وثلثمائۃ وتوفی فی العاشر من جمادی الاولی سنۃ ۴۵۸ھ
بنیسابور ونقل الی بیہق رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲ء

یعنی امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی فقیہ شافعی حافظ کبیر مشہور تھے اپنے زمانہ مین وحید تھے
اور کل فنون مین فرید امام حاکم کے بڑے شاگرد تھے۔ بلکہ اور علوم کو اونہون نے زیادہ کیا علم فقہ
کو اونھون نے ابوالفتح ناصر بن محمد عمر سے حاصل کیا مگر شوق علم حدیث انپر غالب تھا اور
اسی کے طلب مین جا بجا سفر کیا عراق حجاز تمام سفر کیا اور خراسان کے کل علما سے علم
حدیث کو حاصل کیا اوسکے بعد تصنیف مین مشغول ہوے یہانتک کہ ہزار جزو کے قریب
انھون نے لکھی اور نصوص امام شافعی کو اونھون نے جمع کیا۔ امام الحرمین کہتے ہین کہ اگرچہ
تمام شافعیون پر امام شافعی کا حق ہے مگر بیہقی کا حق خود امام شافعی پر ہے یہ سیرت سلف پر
تھے اور علم حدیث کو ان سے بہت سے ایمان احادیث نے حاصل کیا ہے ۴۵۸ھ وفات ہے
تفسیر طبری۔ تفسیر معالم التنزیل تفسیر خازن تفسیر سراج المنیر تفسیر ثعلبی تفسیر واحدی تفسیر
ابن مردویہ۔ تفسیر ابن ابی حاتم کنز العمال دلائل النبوۃ بیہقی۔ ابونعیم اصفہانی ذخیرۃ المآل
عجیلی۔ محب ضیا مقدسی تہذیب الآثار طبری۔ کتاب الاکتفا تاریخ طبری۔ تاریخ کامل
تاریخ ابوالفدا روضۃ الصفا حبیب السیر معارج النبوۃ۔

چودھوین روایت آخر مین ہم شاہ ولی اللہ صاحب کی لکھتے ہین جنھون نے خصائص
امام نسائی سے روایت کیا ہے جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اور وجہ اس تخصیص کی یہ ہے کہ
شاہ صاحب اس زمانہ کے اون مشاہیر علما سے ہین جو اپنی ناصبیت و خارجیت مین مشہور
ہین لہذا اونکا اس روایت کو لکھنا بہت وزن رکھتا ہے چنانچہ لکھتے ہین وازانجملہ آنکہ پیش
از ہجرت بادعامہ منتظر الخلافت کہ یکے از لوازم خلافت خاصہ است بجا آوردند اخرج النسائی

ملاحظہ ہو صفحہ رسالہ ہذا

جس سے یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو اوسیوقت خلیفہ کیا۔
رہا یہ کہ شاہ صاحب مین ناصبیت تھی تو اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مولوی حسن الزمان عفا عنہ
صاحب قول مستحسن مین لکھتے ہین صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن

وقد عاعی صاحب القرة بتلويحات قريبة من التصريحات واشارات شبيهة بالعبارات ولكن اوضع فی كتاب ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء اشياء تسميه ازالة الخلافة والهداية عن خاتم الخلافة وفاتح الولاية لا نستبيح ذكر شیٔ منها الا مقرونا بالرّد والكتابان بين ظهرانی الناس الآن نسأل الله السّلامة والعصمة صـ ۲۳۲ مطبوعہ حیدرآباد

یعنی جس طرح ابن تیمیہ نے اظہار عداوت جناب امیرؑ کیا ہے اوسی طرح صاحب قرة العینین شاہ ولی اللہ نے بھی کیا ہے ایسی کنایون سے جو قریب بتصریحات اور اشارے قریب بعبارات ہین۔ اسی طرح اون کی ازالة الخفاء ہے جس مین ایسی باتین ذکر کی ہین کہ وہ اوس کا نام ازالة الخلافة والہدایہ عن خاتم الخلافة والولایہ رکھنا چاہیے کہ ہم کسی طرح اون کا ذکر بھی جائز نہین جانتے جب تک اوس کا رد بھی نہ کیا جائے۔ یہ دونون کتابین لوگون کے سامنے ہین خدا سے سوال کرتے ہین عصمت وسلامتی کو۔

خاتمة الکلام

بحث وصایت چونکہ اس حدیث شریف کے صحت واعتبار کو ثابت کر چکے کہ ایسے ایسے علما اسکے راوی ہین جنکا درجہ اور رتبہ بخاری ومسلم سے بڑھا ہوا ہے اور اگر بڑھا نہین ہے تو برابر ضرور ہے جیسا کہ آیندہ بھی مذکور ہوگا۔ تو اب ہم دوسرے جزو وصایت کیلئے اور بھی حدیثین پیش کرتے ہین جس سے اور بھی حق واضح ہو کیونکہ یہان بحث صرف خلافت کی نہین ہے۔ جو اچھی طرح ثابت ہو لی

وصایت جناب امیرؑ کے متعلق اسقدر حدیثین ہین کہ اوسکا احصا بھی ناممکن ہے۔ مگر مولوی عبید اللہ امرتسری نے اپنی مشہور کتاب ارجح المطالب مین جو مشہور بہ سوانح عمری جناب امیرؑ ہے اچھا ذخیرہ اس کا مع حوالہ کتب فراہم کیا ہے جو اس بارہ مین کافی ہے ملاحظہ ہو صلا مطبوعہ امرتسر لغایت صد ۳۰

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فجلس بین رسول صلی اللہ علیہ وسلم وبین عائشۃ رض فقالت ماکان لک ان تجلس بین فخذی فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ظہرھا وقال مہلا تؤذینی فی اخی فانہ امیر المومنین وسید المسلمین وقائد الغر المحجلین یوم القیمۃ یقعد علی الصراط فیدخل اولیائہ فی الجنۃ ویدخل اعداءہ فی النار اخرجہ ابن مردویہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف رکھتے تھے اسثنا مین جناب امیر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین کے درمیان مین بیٹھ گئے بی بی عائشہ جھنجھلاکر بولین کیا میری ران پر بیٹھنے کے سوا آپکے لئے کوئی اور جگہ نہین تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ صدیقہ کی پشت پر ہاتھ مار کر کہا کہ چھوڑ میرے بھائی کے بارے مین تو مجھے ایذا نہ دے۔ یہ مومنون کا امیر اور مسلمانون کا سردار اور سفید ہاتھ والون کا پیشوا ہے۔ قیامت کے روز یہ پل صراط پر بیٹھیگا اور اپنے دوستون کو جنت مین اور دشمنون کو دوزخ مین داخل کریگا۔

(۷) عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت ام حبیبۃ بنت ابی سفیان فقال یا ام حبیبۃ اعتزلینی فانا علی حاجۃ ثم دعا بوضوء فاحسن الوضوء ثم قال ان اول من یدخل ھذا الباب امیر المومنین وسید العرب وخیر الوصیین واولی الناس بالناس قال انس فجعلت اقول اللہم اجعلہ رجلا من الانصار فاذا ھو علی بن ابی طالب اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے گھر مین رونق افروز تھے۔ ام حبیبہ سے ارشاد کیا اے ام حبیبہ تم ہم سے تھوڑی دیر کیلئے علیحدہ ہوجاؤ۔ کیونکہ ہمین ایک ضروری امر درپیش ہی پھر آپنے خوب طرح سے وضو کیا اور فرمایا جو شخص کہ سب سے اول اس دروازہ سے گھسیگا وہ مومنون کا امیر۔ اور عرب کا سردار اور تمام اوصیا سے بہتر اور سب لوگون سے برتر ہوگا۔ انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہین مین اپنے دل مین دعا کرنے لگا یا الہی وہ شخص جس کی حضرت نے یہ کچھ فرمایا ہے وہ انصار مین کوئی ہون۔ ناگہان جناب امیر علیہ السلام دروازہ سے گھس آئے

(٨) عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال الآن یدخل سید
المسلمین وامیر المومنین وخیر الوصیین اذ اطلع علی فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم دان الی
فجلس بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح العرق من جبھتہ ووجھہ مسح العرق
من وجہ علی ومسح بہ وجھہ فقال لہ علی یا رسول اللہ انزل فی شیء قال اما ترضی ان تکون
منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی انت اخی ووزیری وخیر من اخلف بعدی
تقضی دینی وتنجز وعدی وتبین لھم ما اختلفوا من بعدی وتعلمھم تاویل القرآن مالم یعلموا
وتجاھدھم علی التاویل کما جاھدتھم علی التنزیل۔ (اخرجہ الدیلمی وابن مردویہ)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین مین ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر
تہا کہ حضرت نے فرمایا ابھی اسوقت مسلمانونکا سردار اور مومنونکا امیر اور اوصیا کا بہتر یہان آئیگا۔
ناگہان جناب امیر تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا اے میرے پروردگار تیرے قربان۔ انس کہتے
ہین کہ جناب امیر حضرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ مبارک اور
جبین مبین کا عرق انکے چہرہ پر اور انکے چہرہ کا عرق اپنے چہرہ اقدس پر ملنے لگے جناب امیر
نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا میرے حق مین کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کیا
تو راضی نہین کہ تیری منزلت مجھسے ایسی ہے جیسے کہ موسی سے ہارون کی تھی لیکن نبی میرے بعد
نہین ہونیوالا۔ تو میرا بھائی اور وزیر ہے جنکو کہ مین اپنے بعد مین چھوڑ جاؤنگا ان سب سے
تو افضل ہے میرے قرض کا ادا کرنیوالا اور میرے وعدے کو پورا کرنیوالا جن امور مین کہ لوگ میرے
بعد اختلاف کرینگے تو اوسکو رفع کرنیوالا ہے۔ تو ان سے قرآن کے معنے بیان کریگا اور لوگون
کے ساتھ قرآن کی تاویل پر جہاد کریگا جیسے کہ مین نے قرآن کی تنزیل پر جہاد کیا ہے۔

(٩) عن رافع مولی عائشۃ قال کنت غلاما اخدمہا فکنت اذا کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم عندھا اکون قریبا اعاطیھا شیئا قال فبینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عندھا ذات یوم اذ جاء جاء فدق الباب قال فخرجت الیہ فاذا جاریۃ معھا اناء مغطی
قال فرجعت الی عائشۃ فاخبرتھا۔ فقالت ادخلھا فدخلت فوضعت بین یدی عائشۃ
فوضعتہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یاکل وخرجت الجاریۃ فقال

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیت امیرالمومنین وسید المسلمین وامام المتقین عندی یاکل معی فما جاء فدق الباب فرجعت الیہ فاذا ھو علی قال فرجعت فقلت ھذا علی فقال صلی اللہ علیہ وسلم ادخلہ فلما دخل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا واھلا لقد تمنیتک مرتین حتی لو ابطاء علی لسالت اللہ عزوجل ان یاتی بک جس بکل

(اخرجہ ابن مردویہ) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا غلام رافع روایت کرتا ہے کہ مین ام المومنین کے پاس رہا کرتا تھا اور انکی خدمت کیا کرتا تھا جسوقت جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اونکے گھر مین رونق افروز ہوتے تو مین قریب تر رہتا اور جس چیز کی ضرورت ہوتی تو مین حاضر کیا کرتا۔ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین کے گھر مین تشریف رکھتے تھے کہ ناگاہ ایک آنیوالے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مین خبر لینے کو باہر نکلا ایک لونڈی کو دیکھا کہ ڈھکا ہوا خوان لئے ہوئے ہے مین نے لوٹ کر ام المومنین سے بیان کیا۔ انھون نے اسکو گھر مین بلالیا۔ اس لونڈی نے خوان انکے سامنے رکھدیا۔ مین نے اوٹھا کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو رکھدیا آپ اس مین سے تناول فرمانے لگے اور وہ لونڈی چلی گئی آپ نے فرمایا کاش اسوقت امیرالمومنین سید المسلمین امام المتقین بھی یہان ہوتے تو ہمارے ساتھ کھانے مین شرکت کرتے۔ اتنے مین ایک شخص نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ مین دیکھنے کو نکلا اور جناب امیرؑ کو دروازہ پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ لوٹ کر مین نے عرض کیا کہ جناب امیرؑ دروازہ پر تشریف رکھتے ہین۔ حضور نے ان کو گھر مین بلالیا جب جناب امیرؑ حاضر خدمت ہوئے سرکار نے مرحبا اور اہلاً کے الفاظ سے ممتاز فرمایا اور ارشاد کیا ہم نے دو دفعہ تمہارے آنیکی آرزو کی تھی اگر تم دیر کرتے تو مین تمہارے لئے پھر خدا سے دعا کرنیوالا تھا۔ آؤ بیٹھو اور ہمارے ساتھ کھانا نوش کرو +

(۱۰) عن معاویۃ بن ثعلبۃ اللیثی قال مرض ابوذر الغفاری مرضا شدیدا حتی اشرف علی الموت فوصی الی علی بن ابی طالب فقیل لہ لو اوصیت الی امیرالمومنین عمر بن الخطاب کان اجمل لوصیتک من علی فقال ابوذر اوصیت واللہ الی امیرالمومنین حقا حقا (اخرجہ ابن مردویہ) معاویہ بن ثعلبہ اللیثی بیان کرتا ہے کہ جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سخت

بیمار ہو کر انتقال کے قریب ہو گئے تو جناب امیرؑ سے اپنی وصیت بیان کی۔ لوگوں نے کہا اگر تم اپنی وصیت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے بیان کرتے تو تمہارے لیے یہ بہتر ہوتا۔ ابوذر کہنے لگے میں نے اپنی وصیت کو سچے امیر المومنین سے بیان کیا ہے۔

امام المتقین

(۱) عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل اوحی الی فی علی انہ امام المتقین (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار) جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پروردگار نے مجھ کو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقیون کا امام ہے۔

(۲) عن انس بن مالک والنواس بن سمعان قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مرحبا بسید المسلمین و امام المتقین (اخرجہ الدیلمی وابوبکر بن مردویہ) انس بن مالک اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے فرمایا شاباش اے مسلمانون کے سردار اور متقیون کے امام۔

(۳) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت سید المسلمین و یعسوب المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الدیلمی) جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے علی تم مسلمانون کے سردار اور مومنون کے بادشاہ اور سفید ہاتھ اور سونہہ والون کے پیشوا ہو۔

(۴) عن عبد اللہ بن اسعد بن زرارۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی انتھیت الی ربی عزوجل فاوحی الی فی علی بثلاث انہ سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الحاکم وابونعیم وابن مردویہ وابن قانع) عبد اللہ بن سعد زرارہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج میں جب ہم اپنے پروردگار کے پاس پہونچے تو پروردگار نے مجھے علیؑ کے تین القاب القاء فرمائے کہ وہ مسلمانون کا سردار اور متقیون کا امام اور سفید ہاتھ اور سونہہ والون پیشوا ہے۔

ولی المتقین

عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک سید المسلمین ویعسوب المومنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین (اخرجہ الامام علی ابن موسی الرضا علیہ التحیۃ والثنا فی مسندہ) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تو مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا دست اور سفید ہاتھ اور منھ والوں کا پیشوا ہے۔

سید الصادقین

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سید الصادقین (تذکرہ خواص الامہ فی احوال الائمہ لسبط ابن جوزی) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی سچوں کا سردار ہے۔

سید المسلمین

(۱) عن النواس بن سمعان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مرحبا بسید المسلمین حین جاء علی بن ابی طالب (اخرجہ الدیلمی) نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب جناب امیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرت ان کو مرحبا اے مسلمانوں کے سردار کہکر پکارتے۔

(۲) عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال رسول اللہ صلی اللہ الآن یدخل سید المسلمین فاذا طلع علی (اخرجہ ابو بکر ابن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک روز میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی ابھی سید المسلمین یہاں آئیگا اتنے میں جناب امیر حاضر خدمت ہوگئے۔

(۳) عن عبد اللہ بن اسعد بن زرارۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی انتہیت الی ربی عز وجل فاوحی الی فی علی بثلاث انہ سید المسلمین وولی المتقین وقائد الغر المحجلین (اخرجہ ابن مردویہ) عبد اللہ بن زرارہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج میں جب میں اپنے پروردگار سے ملاقات کی پروردگار نے علی کے تین لقب مجکو الہام کیے کہ وہ مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا دوست اور سفید ہاتھ اور منھ والوں کا پیشوا ہے۔

سید المومنین

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ اوحی الی فی علی ثلاثۃ اشیاء لیلۃ اسری بی انہ سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الدیلمی) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بتحقیق شب معراج میں پروردگار نے مجھکو علی کے تین لقب القاء فرمائے کہ وہ مومنوں کا سردار اور متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منھ والوں کا پیشوا ہے۔

سید العرب

(۱) عن الحسن بن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا الی سید العرب یعنی علیا فقالت عائشۃ الست سید العرب قال انا سید ولد آدم و علی سید العرب فلما جاء ارسل الی الانصار فاتوہ فقال ھذا سید العرب فاحبوہ بحبی و اکرموہ بکرامتی فان جبرائیل اخبرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عزوجل (قال ابو نعیم فی حلیۃ الابرار رواہ ایضا ابو البشر من سعید بن جبیر) واخرجہ محب الطبری فی الریاض النضرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی لیلی من الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس انطلق فادع سید العرب الی آخر الحدیث۔ جناب امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرب کے سردار کو میرے پاس بلاؤ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کیا آپ عرب کے سردار نہیں آپنے فرمایا میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں علی عرب کے سردار ہیں جب علی تشریف لائے حضرتؐ نے انصار کو بلا بھیجا جب تمام انصار حاضر ہوگئے آپنے ارشاد فرمایا یہی جناب علیؑ تمام عرب کے سردار ہیں میری دوستی کی وجہ سے ان کو دوست رکھو اور میری عزت کی وجہ سے ان کی عزت کرو بتحقیق جبرئیل علیہ السلام نے خدا کا یہ پیغام مجھکو دیا ہے جو میں نے تم سے بیان کیا۔

(۲) عن ام المومنین عائشۃ قالت کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ دخل علی فقال ھذا سید العرب فقلت بابی و امی انت سید العرب فقال انا سید العالمین و ھو سید العرب (اخرجہ السیوطی و الحاکم) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ جناب امیرؑ تشریف لائے حضرت ...

ہیں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ عرب کے سردار ہیں فرمایا میں تمام عالم کا سردار ہوں یہ عرب کا سردار ہے۔

(۳) عن مسلمة بن نفیل مرسلا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعائشة یا عائشة ان اسرک ان تنظری سید العرب فانظری الی علی قالت لست سید العرب قال انا امام المسلمین وسید العالمین وھذا سید العرب (اخرجہ الخطیب فی تاریخہ)

مسلمہ بن نفیل سے مرسلاً روایت ہے کہ تحقیق جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ اگر تو عرب کے سردار کو دیکھنا چاہتی ہے تو علی کو دیکھ لے۔ ام المومنین نے عرض کیا کیا آپ عرب کے سردار نہیں فرمایا میں تمام علم حاصل کرنے والوں کا امام اور تمام جہان کا سردار ہوں اور یہ عرب کا سردار ہے۔

(۴) اخرج الدارقطنی عن ابن عباس والحاکم عنہ وعن جابر قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم وعلی سید العرب دارقطنی ابن عباسؓ سے اور حاکم ابن عباسؓ اور جابر عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور علیؑ عرب کا سردار ہے۔

صدیق الاکبر

عن معاذة العدویة قالت سمعت علیا علی المنبر منبر البصرة یقول انا الصدیق الاکبر (الریاض النضرة فی فضائل العشرة للمحب الطبری) معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیرؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں۔

(۲) عن ابی ذر الغفاریؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت اول من آمن بی وصدق وانت الصدیق الاکبر (اخرجہ الحاکم نقلت من الریاض النضرة) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ علی کو فرما رہے تھے تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری تصدیق کی ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۳) عن سلمان الفارسی وابی ذر الغفاری قالا اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بید علی فقال ان ھذا اول من آمن بی وھذا فاروق ھذہ الامة ... وھذا یعسوب المومنین وھذا ...

یصافحنی یوم القیمۃ وھذا صدیق الاکبر (اخرجہ الطبرانی دالدیلمی الطبرانی فی الکبیر فی مسند

سلمان) سلمان فارسی اور ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تحقیق یہ وہ ہی جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور یہ اس

امت مین حق اور باطل کے درمیان فرق کرنیوالا ہے اور یہ مومنون کا یعسوب یعنی امیر ہے

اور یہ وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کریگا۔ اور یہ صدیق اکبر ہے۔

(۴) عن عباد بن عبد اللہ قال علیؑ انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا

صدیق الاکبر لا یقولہا ذالک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین (اخر

جہ احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک والحافظ ابو بکر عثمان

ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ وابن عاصم فی السنۃ والحافظ ابو نعیم فی الحلیۃ والعقیلی)

عباد بن عبد اللہ کہتے ہین کہ جناب امیر فرماتے تھے مین خدا کا بندہ اور خدا کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کا بھائی ہون اور مین صدیق اکبر ہون یہ بات میرے سوا کوئی نہین کہہ سکتا مگر جھوٹ

بولنے والا مین نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

(۵) عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیا یقول علی المنبر منبر البصرۃ انا صدیق الاکبر

آمنت قبل ان یؤمن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابو بکر (نقلہ ابن قتیبۃ فی المعارف)

معاذۃ العدویہ کہتی ہے مین نے بصرہ کے منبر پر جناب امیر کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مین صدیق اکبر

ہون قبل اسکے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لاتے مین ایمان لایا ہون اور ابو بکر رضی اللہ کے

اسلام لانے کے پہلے اسلام لایا ہون۔

(۶) عن ابن عباسؓ وابی لیلی قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ حبیب

النجار مومن ال یاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن ال فرعون الذی قال

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم (اخرجہ البخاری عن ابن

عباس واحمد عن ابی لیلی) ابن عباس اور ابو لیلی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسو لخدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صدیق تین ہین۔ اول حبیب النجار الیاسین یعنی جناب عیسی علیہ السلام

کے حواریین اپر ایمان لانیوالا جس نے یہ کہا تھا اے میری قوم کے لوگو نبیون کی متابعت کرو۔

اور فرعون کے گروہ سے ایمان لانے والا آخر قتیل۔ جس نے یہ کہا تھا اے لوگو تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا پالنے والا خدا ہے۔ اور علی بن ابی طالب کہ ان سے افضل ہے

(۷) عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم قال علی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم انا نرید ان نراک فی الجنۃ قال یا علی ان لکل نبی رفیقا اول من اسلم من امتہ فنزلت ہذہ الآیۃ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال ان اللہ تعالیٰ قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رفیقی لانک اول من اسلم وانت صدیق الاکبر (تفسیر ابن النجار) ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت کی پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری ہے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حضور کو جنت میں بھی دیکھ سکیں گے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اس پر سب سے پہلے اسلام لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہونگے اور یہ لوگ ان کے اچھے رفیق ہونگے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کو بلایا اور فرمایا یا علی خدا تعالیٰ نے تیرے سوال کا بیان نازل فرمایا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے۔ کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

فاروق اعظم

(۸) عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت صدیق الاکبر وانت الفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق والباطل (الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ للمحب الطبری) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جناب امیر سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر ہو اور فاروق اعظم ہو کہ تم حق و باطل میں فرق کرو گے

(۹) عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی ہذا اول من آمن بی

هذا اول من يصافحنی يوم القيمة وهذا صديق الاكبر وهذا فاروق الاعظم يفرق بين الحق والباطل وهذا يعسوب المومنين والمال يعسوب المنافقين (اخرجه الدیلمی) والطبرانی
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر کی نسبت فرماتے تھے یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے۔ اور یہ وہ ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے روز مجھ سے ملیگا۔ اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور مومنوں کا یعسوب (یعنی امیر ہے) اور مال منافقوں کا امیر ہوتا ہے۔

(۳) عن ابی لیلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون من بعدی فتنة فاذا کان ذالک فالزموا علیا فانه الفارق بين الحق والباطل (اخرجه الخوارزمی والدیلمی) وابن عبد البر فی الاستيعاب۔ ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم ملازمت علیؑ کی اختیار کرو۔ بتحقیق وہ حق و باطل میں فرق کرنیوالا ہے۔

خاتم الوصیین

عن انس قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس اسکب لی وضوء فتوضی و صلے ثم انصرف فقال یا انس اول من یدخل علی الیوم امیر المومنین وسید المسلمین وخاتم الوصیین وامام الغر المحجلین فجاء علی حتی ضرب الباب فقال من هذا یا انس فقلت علی قال افتح له فدخل (اخرجه ابوبکر ابن مردویه) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس پانی لاکر مجھے وضو کرا پس حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر آپ لوٹ بیٹھے اور ارشاد فرمایا آج جو شخص کہ سب سے پہلے میرے پاس آئیگا وہ امیر المومنین اور خاتم الوصیین اور سید المسلمین اور سفید ہاتھ پاؤں اور منہ والوں کا امام ہے۔ اتنے میں جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے دروازہ کھٹکھٹایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا اے انس دروازہ پر کون ہے میں عرض کیا کہ جناب امیر میں حضرت نے فرمایا دروازہ کھولدیں نے دروازہ کھولدیا جناب امیر اندر تشریف لے گئے۔

خیر الوصیین

عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآن یدخل سید المسلمین وامیر المومنین

وخیر الوصیین اذ طلع علی ابن ابی طالب (اخرجہ الدیلمی وابوبکر بن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا ابھی اسی وقت سید المسلمین اور امیر المؤمنین اور خیر الوصیین آئیگا اتنے میں جناب امیر تشریف لائے۔

الوصی

عن ابی سعید الخدری عن سلمان الفارسی قال قلت یا رسول اللہ لکل نبی وصی من وصیك فقال هل تعلم من وصی موسی قلت نعم یوشع بن نون قال لم قلت لانہ کان اعلمهم قال فان وصیی موضع سری وخیر من اترك بعدی وینجز عداتی ویقضی دینی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ والطبرانی فی الکبیر فی سند سلمان الفارسی) ابوسعید خدری سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہر ایک نبی کیلئے وصی ہوتا رہا ہے حضور کا وصی کون ہے۔ فرمایا تو جانتا ہے کہ موسی کا وصی کون تھا میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا کیوں میں نے گذارش کیا اسلئے کہ وہ حضرت موسی علیہ السلام کی امت میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ نے فرمایا پس میرا وصی اور میرا رازدار۔ اور جن لوگوں کو کہ میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر اور میرے وعدوں کو پورا کرنیوالا اور میرے قرضوں کا ادا کرنیوالا علی بن ابی طالب ہے۔

(۲) عن انس بن مالك قال حدثنی سلمان انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اخی ووزیری ووصیی خیر من اخلف بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن مردویہ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا وصی اور میرے پیچھے رہنے والوں میں سب سے افضل علی بن ابی طالب ہیں۔

(۳) عن سلمان قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یدی من کان وصی موسی قلت یوشع بن نون فقال وصیی فی اهلی وخیر من اخلفہ بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن مردویہ) سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ مجھ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ...

کیا تجھے معلوم ہے کہ موسیٰ کا وصی کون تھا میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا
میرا وصی میرے اہل بیت میں اور جن کو کہ میں اپنے بعد میں چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر علی بن ابی
طالب ہے۔

(۴) عن بریدۃ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی وصی ووارث وان علیا
وصیی ووارثی اخرجہ البغوی فی معجمہ والدیلمی فی فردوس الاخبار۔ بریدہ رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک نبی کا ایک وصی اور
وارث ہوتا رہا ہے۔ میرا وصی اور وارث علی ہے۔

(۵) عن انس قال قلنا لسلمان سل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وصیہ فقال سلمان من
وصیک یا رسول اللہ فقال یا سلمان من کان وصی موسیٰ فقال قلت یوشع بن نون قال
فان وصیی ووارثی یقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب اخرجہ احمد فی مناقبہ
انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا تم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھو کہ حضور کا وصی کون ہے سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جناب کا وصی کون ہے
حضرت نے فرمایا اے سلمان موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون تھا سلمان نے عرض کیا یوشع بن
نون جناب نے ارشاد فرمایا کہ میرا وصی اور وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کا
پورا کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔

(۶) عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت اخی ووارثی ووصیی قلت وما ارث
منک یا نبی اللہ قال ما ورث الانبیاء من قبلی قلت وما ورث الانبیاء من قبلک قال
کتاب ربہم وسنۃ نبیہم (اخرجہ ابن الحضرمی) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب
سرور انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد کیا تو میرا بھائی اور وارث اور وصی ہے میں نے
عرض کیا یا نبی اللہ مجھے حضور سے کیا ورثہ ملیگا فرمایا جو ورثہ کہ مجھ سے پہلے انبیاء نے چھوڑا ہے
میں نے عرض کیا حضور سے پہلے انبیاء نے کیا ورثہ چھوڑا ہے فرمایا کتاب اللہ اور پہلے نبی
کی سنت۔

(۷) عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت اخی

وصیی فقال علی ما ارث منک قال ما یرث النبیون بعضہم بعضا قال اللہ ورسولہ اعلم فقال کتاب اللہ وسنۃ نبیہ (اخرجہ ابن الحضرمی) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے ارشاد کیا تو میرا بھائی اور وارث اور وصی ہے جناب امیر نے گذارش کیا حضور کا کیا ورثہ ملیگا فرمایا اگلے نبیون نے ایکدوسرے کیا ورثہ پایا ہے جناب امیر نے عرض کیا کہ خدا اور اسکا رسول ہی جانتا ہوگا پس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ اور نبی کی سنت۔

(۸) عن حبۃ العرنی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی اوصیک بالعرب خیرا (اخرجہ ابن السراج) حبۃ العرنی جناب امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی علیہ السلام میں تمکو عرب کے ساتھ نیکی کرنیکی وصیت کرتا ہون۔

(۹) عن حبیش بن زرین قال رأیت علیا یضحی بکبش فقلت لہ ما ھذا قال اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اضحی عنہ (اخرجہ احمد) حبیش بن زرین کہتے ہیں میں نے جناب امیر علیہ السلام کو ایک مینڈھے کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا میں نے گذارش کیا یہ کیا ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کرون۔

(۱۰) عن ام المومنین ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی اختار من کل امۃ نبیا واختار لکل نبی وصیا وانا نبی ھذہ الامۃ وعلی وصیی فی عترتی واھل بیتی وامتی من بعدی (اخرجہ ابوبکر الخوارزمی) جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب سید انبیا علیہ التحیۃ والثنا فرماتے تھے بالتحقیق ہر ایک امت سے خدا تعالی نے ایک نبی منتخب کیا ہے اور ہر ایک نبی کیلئے اسکی امت سے ایک وصی انتخاب فرمایا ہے میں اس امت کا نبی ہون اور میرے بعد میری امت اور میری عترت اور میرے اہل بیت میں میرا وصی علی ہے۔

ذات ما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجھد والضعف استعبرت فبکت حتی سال الدموع علی خدیھا فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمۃ ان لکرامۃ اللہ ایاک زوجتک من اقدمھم سلما واکثرھم علما واعظمھم حلما ان اللہ تعالی اطلع الی اھل الارض اطلاعۃ فاختارنی منھم فبعثنی نبیا مرسلا ثم اطلع اطلاعۃ فاختار منھم بعلک فاوحی اللہ الی ان ازوجہا ایاک واتخذہ وصیا (اخرجہ الدارقطنی) واخرج الطبرانی والخطیب من ابن عباس والحاکم عنہ وابی ھریرۃ) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب جناب سرور انبیا علیہ الصلوۃ والسلام بیمار ہوئے جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کیلئے تشریف لائیں حضور پر ضعف اور تکلیف دیکھکر رونے لگیں حتی کہ دونوں رخسار مبارک پر اشک جاری ہوگئے یہ دیکھکر سرکار نے ارشاد کیا اے فاطمہ اللہ کی خاص مہربانی تھی تیرے حق میں کہ میں نے تیرا نکاح ایسے کے ساتھ کیا کہ وہ اسلام لانیمیں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور حلم میں سب سے بڑا ہے۔ خدائے تعالے نے زمین کے بندوں کو خوب دیکھکر انمیں سے مجھے انتخاب کیا اور مجھے نبی مرسل بنایا۔ پھر دوبارہ اچھی طرح سے دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب کیا اور مجھے وحی بھیجی کہ میں اسکے ساتھ تیرا نکاح کروں اور اسکو اپنا وصی بناؤں۔

(۱۲) عن ابی ھارون العبدی قال اتیت ابا سعید الخدری فقلت لہ ھل شھدت بدرا فقال نعم فقلت الا تحدثنی بشیء مما سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی فقال یا بنی اخبرک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض مرضۃ نقہ ودخلت علیہ فاطمۃ تعودہ وانا جالس عن یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رأت ما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الضعف خنقتہا العبرۃ حتی بدت دموعہا علی خدھا فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یبکیک یا فاطمۃ قالت اخشی الضیعۃ یا رسول اللہ فقال یا فاطمۃ ان اللہ اطلع الی اھل الارض اطلاعۃ فاختار منھم اباک ثم اطلع ثانیۃ فاختار منھم بعلک فاوحی الی فانکحتہ واتخذتہ وصیا وما علمت انک بکرامۃ اللہ ایاک زوجک اعلمھم علما واکثرھم حلما واقدمھم سلما فضحکت واستبشرت فاراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان یزیدھا مزید الخیر کلہ الذی قسمہ اللہ تعالےٰ لمحمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا یا فاطمہ لعلی ثمانیۃ اضراس یعنے مناقب ایمان باللہ ورسولہ وحکمۃ وزوجتہ وسبطاہ الحسن والحسین وامرہ بالمعروف ونھیہ عن المنکر یا فاطمہ انا اھل البیت اعطینا ست خصال لم یعطیہا احد من الاولین ولا یدرکہا احد من الاخرین نبینا خیر الانبیاء وھو ابوک وصینا خیر الاوصیاء وھو بعلک وشہیدنا خیر الشہداء وھو حمزۃ عم ابیک ومنا سبطا ھذہ الامۃ وھما ابناک ومنا مہدی ھذہ الامۃ الذی یصلے عیسے خلفہ ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من ھذا مہدی ہذا اخرجہ الدار قطنی) ابی ہارون العبدی کہتے ہیں میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے جاکر پوچھا آیا تم جنگ بدر میں حاضر تھے کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا کیا تم مجھے نہیں بتا سکتے جو کچھ کہ تم نے علیؑ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہنے لگے اے میرے بیٹے میں تجھے سناتا ہوں کہ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوکر ضعیف ہو گئے۔ جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کیلئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں میں سرکار کے داہنے طرف بیٹھا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ضعف اور ناتوانی کا غلبہ دیکھکر رونے لگیں یہانتک کہ رونے سے انکا دم گھٹ گیا اور رخسارہ پر آنسو نکل آئے سرکار نے فرمایا یا فاطمہ تم کیوں روتی ہو۔ گذارش کیا کہ حضور کے بعد میں اپنے ہلاک ہونے سے ڈرتی ہوں۔ آپنے ارشاد کیا بالتحقیق پروردگار عالم نے زمین کے باشندوں کو اچھی طرح سے دیکھا اور تیرے باپ کو ان میں سے منتخب کیا پھر دوبارہ دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب فرمایا پس مجھے الہام کیا اور میں نے تیرا نکاح اس سے کردیا اور اسکو اپنا وصی بنایا تم نہیں جانتے ہو کہ خدا تعالےٰ نے خاص تمہارے حق میں کیا مہربانی کی ہے کہ تیرا شوہر سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ حلم والا اور اسلام لانے میں سب سے زیادہ پہلے ہے جناب سیدہ یہ سنکر تبسم فرمانے لگیں اور خوش ہوگئیں۔ جناب سرور کائنات نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ خیر سے حصہ دیا جائے جسکا پروردگار نے محمدؐ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حصہ دیا ہے پس حضرت نے فرمایا فاطمہؑ علی کے آٹھ تیز دانت ہیں یعنی آٹھ مناقب ہیں۔ اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان لانا۔ اور اسکی حکمت اور اسکی زوجہ مطہرہ اور اسکی اولاد یعنی

سے حسین کہ وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں۔ اور اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھی باتوں کا
کرنا اور بری باتوں سے بچنا۔ یا فاطمہ ہم اہلبیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ ہمارے سوا ہم سے پہلے کسی کو بھی نہیں
دی گئیں اور ہم سے پیچھے آنیوالے بھی نہیں حاصل کر سکیں گے۔ ہمارا نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے۔ اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا
وصی سب اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تیرا شوہر ہے ہمارا شہید سب شہیدوں سے بہتر ہے یعنی حمزہ وہ تیرے باپ کا چچا ہے اور
اس امت کے سبطین دونوں تیرے بیٹے ہیں اور اس امت کا مہدی بھی ہم میں سے ہے کہ جسکے پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نماز پڑھینگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حسین علیہ السلام کے دوش مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا مہدی اس امت کا ان سے
پیدا ہوں گے۔

(۲۸) عن الاسود بن یزید قال ذکروا عند ام المؤمنین عائشۃ ان علیا کان وصیا وفی روایۃ انھم ذکروا انہ
وصی فلم تکذبھم بل ذکرت انھا قد سمعت ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین وفاتہ راجع ینابیع
المودۃ۔ اسود بن یزید سے روایت ہے کہ لوگوں نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر
ذکر کیا کہ علی وصی ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے ذکر کیا کہ وہ وصی ہیں پس ام المؤمنین نے انکی تکذیب نہ کی
بلکہ ذکر کیا کہ میں نے خود اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات کے وقت سنا تھا۔

(۲۹) عن ابی برزۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ عھد الی فی علی عھدا فقلت یا رب بینہ لی فقال اسمع
فقلت سمعت فقال ان علیا رایۃ الھدیٰ وامام اولیائی ونور من اطاعنی وھو الکلمۃ التی الزمتھا المتقین من احبہ احبنی ومن
ابغضہ ابغضنی فبشرہ بذلک فجاء علی فبشرتہ فقال یا رسول اللہ انا عبد اللہ وفی قبضتہ فان یعذبنی فبذنبی وان یتم لی
الذی بشرتنی بہ فاللہ اولیٰ بی قال قلت اللھم اجل قلبہ واجعل ربیعہ الایمان فقال اللہ تعالیٰ قد فعلت بہ ثم انہ رفع
الی انہ سیخصہ من البلاء بشیء لم یخص بہ احدا من اصحابی فقلت یا رب اخی وصاحبی فقال ان ھذا شیء قد سبق انہ مبتلیٰ و
مبتلیٰ بہ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ نے علی کے
میں مجھ سے ایک عہد کیا پس میں نے کہا اے پروردگار اسکو مجھ سے بیان کر خدا تعالیٰ نے فرمایا سن علی علم ہدایت کا ہے اور میرے دوستوں کا امام ہے اور
اسکا نور ہے جو میری اطاعت کرے اور وہ ایسا کلمہ ہے کہ میں نے پرہیزگاروں کو اسکا ملازم کر دیا ہے جسنے اس سے محبت کی مجھ سے محبت کی اور جسنے اس سے دشمنی کی
مجھ سے دشمنی کی پس تو اسکو بشارت دیجیو پس علی آئے میں نے انکو بشارت دی وہ کہنے لگے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسکے اختیار میں ہوں اگر عذاب کرے
گا تو میرے گناہ کے سبب ہوگا اور اگر وہ بات کہ جسکی مجھے بشارت دی ہے پوری ہو تو اللہ میرے واسطے زیادہ مہربان ہے جناب رسول خدا
فرماتے ہیں میں نے دعا کی کہ بار الہا اس کے دلکو روشن کر اور اسکو ایمان کی بہار بنا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا تحقیق

میں نے اوس ابتلا کی کہ دیا ہے میری طرف یہ حکم کیا اللہ تعالیٰ نے علی کو ایسی بلا سے آزمائش کریگا کہ جس اصحاب میں سے کسی صحابی کو نہیں کیا پس میں نے عرض کیا اے پروردگار یہ میرا بھائی اور وصی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بات ہو چکی ہے اور وہ ضرور اس میں مبتلا ہوگا اور اس کے ساتھ لوگوں کی آزمائش کی جائیگی۔

وجہ استدلال ۔ ہمارا استدلال ان احادیث سے اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں کوئی قول مولوی عبید اللہ صاحب کا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ خود لکھتے ہیں جب سے ہم ارکتب خانہ ریاست رام پور سے اوس وقت اس مواد کو کتابوں سے جمع کیا ہے کتب خانہ خدا بخش خان وکیل پٹنہ کی سیر کی اور لکھنؤ دہلی کا سفر کرتے رہے۔ غرض جس دروازہ سے جو کچھ بھیک کا ٹکڑا ملا اوسے اپنے کشکول گدائی میں بھر لیا۔ نہ اس میں منطقین کے پیچیدہ استدلال ہیں اور نہ فلسفیانہ نازک خیال ہیں نہ کسی مذہب پر کوئی اعتراض کیا ہے نہ کسی اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اور نیز اس خیال سے کہ مولف کا حق ادا ہو جس نے جمع و تالیف کتاب میں مشقت اٹھایا جزاہ اللہ خیرا

غرض ان احادیث کے دیکھنے کے بعد مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ جناب امیر کو خلیفہ اور وصی رسول تسلیم کریں یا نہ کریں۔

دفع شبہ ہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بہر دو فریقین میں کا اختلاف نہیں ہے یعنی کچھ علما نے اس حدیث عشیرہ کو جس میں حضرت نے جناب امیر کو اپنا خلیفہ اور وصی و اخی و وزیر ہونا بیان کیا ہے لکھا ہے اور کچھ لوگوں نے نہیں لکھا چنانچہ بخاری و مسلم نے ان روایات کو لکھا ہی نہیں۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مذہب اہلسنت والجماعت یہ ہے کہ جب سے خلیفہ دوم نے رسول اللہ کی نسبت کہا ان الرجل لیھجر یہ آدمی ہذیان کہہ رہا ہے اوس وقت سے یہ اصول قائم ہو گیا کہ قول رسول کو خلافت کے بارے میں کسی طرح کی مداخلت ہی نہیں کیونکہ یہ فرض رعایا کا ہے کہ وہ اپنا خلیفہ آپ مقرر کریں۔ اسی لئے اصول خلافت یہ ہیں (۱) بیعت اہل حل وعقد جس سے خلیفہ اول بنے۔ (۲) استخلاف خلیفہ سابق کا نص کر جانا خاص پر جس سے خلیفہ دوم خلیفہ بنے۔ (۳) شوری منتخب لوگوں کا کسی کو خلیفہ بنانا جس سے خلیفہ سوم خلیفہ بنے (۴) قہر واستیلاء جس سے معویہ خلیفہ بنے۔ یہ اصول سابق کے ہیں۔ اور حال میں ہمہ یہ

ہے جس کے سلاطین افغان ترکی خلیفہ ہے

لہذا جن علماء نے ان حدیثوں کو اپنی کتابوں میں لکھا اونہوں نے یہ کہا کہ ان حدیثوں سے مذہب اہلسنت کی مخالفت نہیں لازم آتی کیونکہ قول خدا و رسول کو اس میں دخل ہی نہیں لہذا اگر ایک نہیں ہزار ہا حدیثیں بہی ہوں تو مذہب اہلسنت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اسلیے ان حدیثوں کو اونہوں نے لکھدیا اور تسلیم بھی کیا۔

اور جن لوگوں نے یہ سمجہا کہ اس سے عوام پر اثر پڑیگا اور وہ خیال کرینگے کہ حکم رسول یوں تہا اور کیا گیا اوسکے خلاف تو اونہوں نے ان حدیثوں کو لکہا ہی نہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ اسی خیال کے تہے چنانچہ بخاری نے اوس واقعہ شب ہجرت کو بھی نہ لکہا کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو اپنی سبز چادر اوڑہا کر سفر ہجرت کیا تہا جو تمام عالم میں مشہور ہے بخلاف اسکے ہجرت ابوبکر کو کہ اونہوں نے راہ میں ناجایز دودہ لاکر جناب رسالتمآب کو پلایا بالکل دروغ بے سات بکلہ پر لکہا ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ رابعہ و خامس۔

غرض ادن علما کا ان احادیث کو لکہنا مضر مذہب اہلسنت ہے کیونکہ خلافت کی بنا اجماع پر ہے نہ قول خدا و رسول پر۔ تو ادن علماء کا لکہنا مضر مذہب اہلسنت کیونکہ وہ اس کے قایل تھے خلافت بنص رسول نہیں ہوتی۔ ہاں جن حضرات نے نہیں لکہا اونپر دوسرا جرم قایم ہوتا ہے کہ عمداً احادیث رسول کو مخفی رکہا۔

اخفائے احادیث

اس واقعہ کے تصدیق کے لیے ہم ابن حجر مکی کے تطہیر الجنان کو پیش کرتے ہیں صفحہ ۹۳ ملاحظہ ہو۔

ان ذکر هذه المباحث الستة افضل لا حصر لانبا فی ما الطبق علیه ائمة صدق من نعلم ان سلف من اسمر الی الصحابة رضی الله عنهم لما مر فی معاو مبسوطا مستوفی فراجعه فانه مهم و یهین بجانب من قول الحافظ النووی ذکر و لولا ان الامام احمد بن حنبل و بقیة اصحاب بیت السی حکی عنها فی کتابه جمیع الروایة بد ذکر جمیعا کان بین اصحاب رسول الله صلی الله علیه و سلم و اخرجوه فی کتبهم مع کونهم حفاظ الاسلام ما ذکر تها

مشاجرات نارہ کے متعلق جو کچھ بیان یا حال میں لکھا گیا اوسکو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ خلاف
اوس قاعدہ کا جس پر اتفاق کرلیا ہے۔ اثنائے اصول کہ ان روایات سے کف لسان کرنا چاہیے جو درمیان
صحابہ گذریں کیونکہ ہم اسکی تفصیل وار بیان کرچکے ہیں اور اس سے حافظ نورالدین ہیثمی کے اس قول
کا بھی جواب نکل آیا ہے جو اونھوں نے کہا کہ اگر امام احمد بن حنبل وغیرہ ان واقعات کو نہ
لکھتے جو حفاظ اسلام سے تھے تو ہم بھی ان واقعات کو نہ لکھتے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اصل واقعات کے اخفا میں کس قدر کوشش کی گئی تھی کہ امام احمد وغیرہ اسکو
نہ لکھتے ہوتے تو یہ حالات بھی نہ معلوم ہوتے اسی سے اس حدیث خلافت و وصایت کو بھی
سمجھئے کہ امام احمد بن حنبل نے توکسیطرح کہ بیوت کے لکھا بھی مگر بخاری و مسلم وغیرہ نے بالکل
اوڑا دیا کچھ پتہ ہی نہ چلے حالانکہ امام احمد بن حنبل انکے اوستاد تھے اور صدہا حدیثیں ان سے
حاصل کیں اور درج صحیح کیا مگر اس حدیث کو نہ لکھا۔

رجوع بطرف کلام محاطب چونکہ کافی تحقیقات اسکی ہوچکی کہ جس روز حضرت نے اپنی نبوت
و رسالت کا اعلان کیا ہے اوسی روز حضرت نے جناب امیر کی خلافت و وصایت و اخوت و
وزارت کا بھی عام مجمع میں اعلان کیا بلکہ اسی معاہدہ کے ساتھ حضرت نے لوگوں سے اسلام پر بیعت
بھی لی چنانچہ مودة القربیٰ سید علی ہمدانی میں ہے صفحہ ۱۴ عن ابی هریرة قال قیل یا رسول
اللہ متی وجبت لک النبوة قال قبل ان خلق آدم و نفخ الروح فیہ و قال و اذ اخذ ربک
من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم و اشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالت الملائکہ
بلی فقال انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیرکم و عن علیہ بن عامر قال قال رسول اللہ تعالیٰ بالبعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ وحدہ لاشریک لہ و ان محمد نبیہ و علی
وصیہ و قال لنا احبوا اصحابی و اللہ یحبہم و استحیوا منہ و اتقوا اللہ بسببی منہ
و کنا اللہ یامود بہ ملائکہ تم کیا کفرنا۔ ابوہریرہ کی روایت ہے کہ کسی نے سوال کیا یا حضرت
آپکی نبوت کس وقت سے واجب ہوئی تو فرمایا قبل اسکے کہ آدم کو پیدا کرے اور ان میں نفخ روح کرے جسکی
طرف ورود قرآن میں اشارہ ہے و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم اور اسکے
گواہ بنایا ملائکہ کی آواز کیا تو خداوند عالم نے فرمایا میں تمہارا رب ہوں اور محمد نبی ہیں اور علی امیر تمہارا ہے

بیعت اسلام اور وصایت جناب امیر

علانیہ بن عامر جیسی روایت ہی کر ہم حضرت اسطرح پر جبتک کرتے ہیں خدا واحد لاشریک ہے اور محمد اوسکے نبی ہیں اور علی اون کے وصی ہیں اگر ہم اس کو ترک کریں تو کافر ہو جائیں اور حضرت نے فرمایا اسکو دوست رکھو کہ خدا اور رسول دوست رکھتا ہے اور اوس سے حیا کرو کہ خدا اوس سے حیا کرتا ہے تو اب ان تصریحات صریحہ کے ساتھ ہم کو اس کی ضرورت نہیں کہ بقیہ کلام مخاطب کے طرف توجہ کریں کیونکہ یہ اوہیں لوگوں کی ہیں جنہوں نے اظہار حق کو کبھی پسند نہیں کیا ورنہ یہ مخالف کیوں ہوتے

اگر یہ لوگ کسیطرح بھی حق کے طرفدار ہوتے یا اسلام پر صدق دل سے اعتقاد لائے ہوتے تو سمجھ جسطرح توحید کا اقرار بغیر رسالت ناممکن ہے۔ اوسیطرح رسالت کا اقرار بھی بغیر اقرار وصایت ناممکن ہے کیونکہ رسول ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لہذا اوسکا وصی ایسا ہونا چاہئے جو نبی کے تعلیمات کو اتنے عرصے تک زندہ اور قائم رکھے بندگان خدا پر حجت خداوند عالم تمام ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جسطرح اسلام کی ابتدا اقرار رسالت و وصایت سے ہوئی اوسیطرح اوس کی تکمیل اور اتمام اوس وقت ہوا کہ رسول نے اپنے وصی و خلیفہ کو علی رؤس الاشہاد ظاہر کر دیا جس پر آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی شاہد ہے۔ ان فرق اسقدر ہے کہ اسلام کے ابتدا میں مخاطب کفار تھے جنکے سامنے یہ بنا دین پیش ہوئی اور انتہا اور تمام نعمت و اکمال دین کے مژدہ سننے والے مسلمان تھے چنانچہ تفسیر ابن مردویہ کتاب ما نزل من القرآن فی علی حافظ ابو نعیم اصفہانی مناقب ابو الحسن بن محمد بن خطیب معروف بابن المغازلی الشافعی و کتاب المناقب اخطب خوارزم خصائص ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی۔ توضیح الدلائل شہاب الدین احمد مفتاح النجا علامہ مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی اور تاریخ ابن واضح کاتب عباسی معروف بہ یعقوبی میں جو مذکور ہے کہ جب حضرت نے مقام خم غدیر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تو خدا نے یہ آیہ نازل نازل کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ کہ آج کے روز ہم نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام پر ہونے کو پسند کیا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب نے بعد انکار وصایت جناب امیر کے متعلق پہلے لفظ وصیت کی تحقیقات کی ہے کہ وصیت اوس حکم کو کہتے ہیں جسکا بعد موت نافذ کرنیکا حکم دیا جائے یا اوس تملیک کو کہتے ہیں جو منسوب بمابعد الموت ہو اور کبھی بمعنی مطلق حکم بھی آتا ہے۔ اسکے بعد لکھتے ہیں غرض یہ کہ یہاں وصایت بمعنی امر نہیں ہے بلکہ اس جگہ مراد وصایت بالخلافہ ہی لینا صحیح ہے اور یہی مورد بحث ہے۔ اور اس کے قائل صرف شیعہ ہیں اور بس۔

اسکی ابتداء۔ وصایت کے مسئلہ کی ابتداء ۳۳ھ یا اوس کے لگ بھگ سے شروع ہوئی جو حضرت عثمان کی خلافت کا آخر وقت تھا۔

کس نے ایجاد کی اول اول اس قول وصایت بالخلافہ کا موجد اور بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ اس کے پہلے اسے کوئی جانتا بھی نہ تھا نہ اس سے کسی کے کان آشنا تھے

پہلے پہل یہ صدا کہاں سے اوٹھی۔ پہلے پہل یہ صدا مصر میں اوٹھی وہ بھی ایک خاص غرض کے لئے اور جن ہی صحابہ نے سنی فی الفور اسکی تردید کی۔ یہ قول اپنے خیال کی بنا پر عبداللہ بن سبا نے لوگوں کے کانوں میں ڈالا کہ ہر نبی کیلئے ایک **وصی** ہوا کرتا ہے پس جیسے حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علیؑ تھے ملل ونحل شہرستانی ص ۱۱ میں ہے۔ وکان یقول فی یوشع بن نون وصی موسیٰ مثل ما قال فی علی علیہ السلام

اقول نزاع لفظی مناسب نہیں کیونکہ یہاں وصایت بالخلافت کے سوا دوسرا کوئی معنی نہیں مراد ہو سکتا کیونکہ حضرت نے جناب امیر کے نسبت چار لفظ فرمائے ہیں۔ ھذا وصیی ووزیری واخی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوه جس سے کل حاضرین نے بھی سمجھا کہ حضرت جناب امیر کو اپنا خلیفہ و وصی قرار دے رہے ہیں جس پر کفار نے بطور مضحکہ ابو طالب سے کہا لو تمکو حکم دیا گیا ہے کہ بیٹے کی اطاعت کرو۔ رہا یہ کہ اسکے قائل

صرف شیعہ ہیں تو اسوقت مانا جا سکتا ہے کہ کہا جائے علمائے اہلسنت تمام مخالف احکام خدا و رسول تھے کیونکہ ایک نہیں بیشمار حدیثیں اسکی مؤید ہو چکیں کہ خود آنحضرت نے جناب امیرؑ کو وصی کیا اور خیر الوصیین اور خاتم الاوصیا کے خطاب سے مخاطب کیا لہذا یہ کہنا کہ اسکے قائل صرف شیعہ ہیں ... یہ کہنا ہے کہ علمائے اہلسنت کسی قول رسول کو نہیں مانتے جسکی جرأت کوئی سنی نہیں کر سکتا۔

کہا یہ کہ اسکی ابتدا اسلام میں [illegible] سے ہوئی جو حضرت عثمان کے خلافت کا اخیر وقت تہا عبد اللہ بن سبا اسکا موجد ہوا تو یہ اسوقت قابل تخاطب سمجھا جا سکتا ہے کہ [illegible] میں اسوقت دنیا میں اہلسنت کی موجود ہیں سب جلادی جائیں اور جتنے صحابہ تھے وہ سب مقلد عبد اللہ بن سبا مانے جائیں کیونکہ ایک نہیں صدہا صحابہ کی روائتیں آپنے دیکھیں کہ حضرت کے وصایت و خلافت کے متعلق انہوں روایت کی تو کیا یہ سب مقلد ابن سبا تھے اگر آپ کتاب ابن مغازلی شافعی دیکھے ہوتے تو معلوم ہوتا جناب امیرؑ کی وصایت قبل از خلقت حضرت آدم قائم ہے حضرت فرماتے ہیں فاخرجنی نبیا و علیا وصیا۔ کہ خدا نے حضرت آدم کے خلقت کے چودہ ہزار برس قبل محمدؐ نبی بنایا اور علی کو وصی پس یہ کس قسم کی ایمانداری ہے کہ آپ حضرت کے وصایت کی اوسکا موجد عبد اللہ بن سبا کو قرار دیتے ہیں۔

چونکہ عبد اللہ بن سبا کی تحقیقات کامل طور پر رد التحفہ میں ہو چکی ہے لہذا اوسکے اعادہ کی ضرورت نہیں ورنہ ایک پوری جلد اسمیں صرف ہوگی۔

ہان ملل و نحل کا حوالہ تو دیدیا مگر یہ نہ بتایا کہ اونکو یہ قول عبد اللہ بن سبا کس ذریعہ سے ملا کیونکہ سند تو کسی نے دی نہیں اور وہ سند لاتے کہاں سے جبکہ خود تاریخ طبری میں اسکی کوئی سند نہیں کہ عبد اللہ بن سبا کا وجود یا اوسکا اغوا کس سلسلہ روایت سے ہوا تھا۔

غضب خدا کا آپ کہتے ہیں ورنہ اس سے کیسے کان آشنا نہ تھے کیا رسول اللہ بھی اس سے ناواقف تھے یا جن صحابہ نے اسکی روایت کی وہ سب مفتری تھے حالانکہ حدیث انت

خارج اس سے انکار نہین کرسکتا صحیح بخاری صحیح مسلم سب مین یہ روایت موجود ہے تو کیا حضرت ہارون بھی وصی حضرت موسیٰ نہ تھے کیونکہ رسول اللہ نے اس حدیث کے ذریعہ سے اون کل مراتب کو جناب امیر کے لئے ثابت کیا جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل تھے باستثناء نبوت اگر آپ کو کتب اہلسنت سے کچھ بھی مس ہوتا تو معلوم ہوتا جناب امیرؑ کی وصایت بلکہ کل ائمہ کی وصایت وامامت بعہد رسول سے ثابت ہے ینابیع المودۃ مین بہ فرائد السمطین سے ایک حدیث طولانی مین فاخبرنی عن وصیک من ہو فما من نبی الا وله وصی و ان نبینا موسی ابن عمران اوصی یوشع بن نون فقال ان وصی علی بن ابی طالب وبعدہ سبطای الحسن والحسین تتلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسین قال یا محمد فسمہم لی ص ٣٧٦

یعنی نعثل یہودی نے حضرت سے پوچھا کہ کوئی نبی بغیر وصی نہین گذرا ہے تو بتائیے آپ کا وصی کون ہے حضرت نے فرمایا علی بن ابیطالب اور بعد اونکے ہمارے دونوں سبط یعنی حسنؑ و حسینؑ اور اونکے بعد نو امام صلب حسینؑ سے جس پر اوس نے کہا سب کا نام بتائیے حضرت نے سب کا نام بنام اوس سے بتایا اوس سے اسکا بھی پتہ چل سکتا ہے کہ اہلسنت نے جو مشہور کر رکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا اسکا موجد ہے تو اوسکی اصلیت بھی یہی ہے کہ نعثل یہود جو حضرت پر ایمان لائے تو اونھوں نے رسول اللہ سے سوال کیا تھا اور حضرت نے اونکو بتایا کہ ہمارا وصی کون ہے اسی سے اس واقعہ کو اسطرح پلٹا کر عبداللہ بن سبا کا نام لگایا حالانکہ خود رسول اللہ نے نام بنام بتایا تھا کہ ہمارے اوصیا کتنے ہین

لکھتے ہین حضرت علی نے کبھی اسکا دعوی نہین کیا۔

الجواب۔ اسکا کیا علاج ہے کہ ابھی تک دیوان جناب امیر مین یہ اشعار موجود ہین

لقد علم الاناس بان سہمی ... من الاسلام یفضل کل سہم

واحمد النبی اخی وصہری ... علیہ اللہ صلی ابن عمی

وانی قائد للناس طرا ... الی الاسلام من عرب وعجم

وقاتل کل صندید رئیس ... وجبار من الکفار ضخم

وفی القرآن الزمهم ولائی — واوجب طاعتی فرضا بعزم
کما هارون من موسی اخوه — کذاک انا اخوه وذا اسمی
لذاک اقامنی لهم اماما — واخبرهم به بغدیر خم
فمن منکم یعادلنی بسهمی — واسلامی وسابقتی ورحمی

کہتے ہین اسطرح وہ صحابی جنکو سنیہ لوگ مخلص صحابی اور حضرت علی کو طرفدار دین اور محبوں سے تسلیم کرتے ہین جن سے حضرت سلمان فارسی حضرت ابوذر غفاری حضرت مقداد حضرت عباس حضرت خالد بن سعید ان لوگون نے بہی وصایت بالخلافۃ کا اظہار فرمایا اسکا جواب بجز اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ جہالت کا علاج کسی کے پاس بہی نہین ہو اگر آپ کتابین دیکھے ہوئے تو کبہی یہ نہ کہتے دور نہ جائیے حضرت روضہ ندیہ شرح تحفۃ علویہ ابن مجتہد علی الاطلاق سید محمد بن اسمعیل بن صلاح الامیر الکحلانی کو دیکھئے تو معلوم ہوتا حضرت سلمان فارسی کی روایت بہی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۵ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

الوصایۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ علیہ السلام اختص بہا کما اخرج الحافظ ابو القاسم البغوی فی الصحابۃ عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلعم لکل نبی وصی ووارث وان علیا وصیی ووارثی واخرج احمد عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وصیی ووارثی ینجز موعدی علی بن ابی طالب اخرج احمد من حدیث انس قال قلنا لسلمان سل رسول اللہ صلعم من وصیہ قال سلمان یا رسول اللہ من وصیک قال یا سلمان من کان وصی موسی قال یوشع بن نون قال فان وصیی ووارثی ویقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب۔

دیکھیے خود حضرت سلمان فارسی رسول اللہ سے سوال کرتے ہین اور آپ فرماتے ہین میرے وصی اور وارث علی بن ابی طالب ہین۔ تو کیا اب بہی آپ کہیے گا ان لوگون نے اس کی روایت نہین کی۔

رہا یہ کہ سب نے خوشی خوشی ابوبکر کی بیعت کر لی تو یہ ایسا دعوا ہے جسکے کذب و افترا کی کوئی حد نہین کیونکہ جیسے صحابہ دیانت دار تہے اونہون نے نہ کبہی دل سے بیعت کی ہی

نہیں ورنہ شیعہ وسنی کے اختلافات کیوں پیدا ہوتے خدا نے ایک دین بھیجا تہا رسول ایک دین لائے تھے اگر حکم رسول مانا جاتا تو پھر یہ اختلاف کیوں پیدا ہوتا

اگر تاریخ دیکھئے تو معلوم ہو صحابہ کبار کا کس قدر فہمائش کی ہے اور شیخین کو سمجھایا ہے مگر نشہ خلافت ایسا غالب تہا کہ سب حکم رسول ٹھوکرا دیا گیا۔ تفصیل کیلئے تو یہاں گنجائش نہیں مگر اجمال کیلئے صرف یہی عبارت آپکے شرح اصول بزدوی کی کافی ہے جو اہلسنت کے اصول فقہ حنفی کی بڑی مستند کتاب ہے۔ اما امامۃ ابی بکر فلم یلتئم ما بتہ قبل موافقۃ علی وسعد وسلمان بالاجماع بل بالبیعۃ عن الاکثر صفحہ ۷۴ جلد ۳

یعنی جب تک حضرت علی اور سعد اور سلمان نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی اونکی امامت اجماع سے نہیں ثابت ہوئی بلکہ بیعت اکثر سے اور حال بیعت جناب امیر آپ کو معلوم ہے کہ حسب روایت صحیح مسلم جناب امیر نے چھ مہینہ تک بیعت نہیں کی اور سعد بن عبادہ نے تو مرتے دم تک بیعت نہ کی تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں ان لوگوں نے بلا وجہ بیعت نہیں کی تھی اور اسکو نہ ظاہر کرتے تھے کہ جناب امیر کو رسول اللہ نے اپنا خلیفہ اور وصی کیا ہے پہلے زمانہ میں تو یہ سنا جاتا تہا کہ اگر جناب امیر کو رسول اللہ نے خلیفہ کیا تہا تو آپ نے ان خلفا سے جہاد کیوں نہیں کیا۔ مگر اب یہ کہا جاتا ہے کہ آپنے اظہار حق کیوں نہ فرمایا حالانکہ ہم جناب امیر کے اشعار پہلے نقل کر چکے ہیں جسمیں حضرت نے اپنی حقیت کا اظہار کیا ہے۔ مگر جب کفار نے رسول اللہ کے دعوے رسالت کو تسلیم نہ کیا یا جنگ کہ حضرت نے ان سے جہاد کیا تو یہ کیونکر ممکن تہا کہ منافقین محض اظہار حقیت پر اپنے ارادوں کو بدل دیتے حالانکہ اسی غرض کے لئے اسلام لائے تھے۔

شکر خدا کہ حضرت ابو ذر کی حق گوئی کا آپنے اعتراف کیا مگر اس پر نہ غور کیا کہ پھر حضرت عثمان کا کیا حشر ہوگا جنہوں نے اسی اظہار حق پر حضرت ابو ذر کی وہ سزا کی جو قیامت تک یادرہیگی اور آسمان و زمین یاد رکھینگا۔

جناب امیر کے شجاعت اور حق گوئی کو یہاں تو یاد کرتے ہیں مگر اوسوقت کو نہیں یاد کرتے جبکہ حضرت نے ابو بکر کو لقب خلیفہ رسول اللہ اور امیر المومنین پر کاذب کا لفظ

استعمال کیا اور آپنے ہر وقت اپنے حق کا اظہار کیا مگر جن لوگون نے وقت رحلت رسول سے مخالفت پر کمر ہمت باندہی تھی وہ کب اسکی پروا کرنیوالے تھے حضرت نے اپنے حق کو تینون خلافتون مین بڑی زور سے ثابت کیا مگر کسینے نہ مانا یہانتک کہ حضرت خلیفہ بھی ہوئے اور آپ حدیث غدیر کو یاد دلاتے ہین مگر انس بن مالک صحابی انکار کرتے ہین یہانتک کہ حضرت جہوٹے پر بد دعا دیتے ہین اور وہ مبتلائے عذاب ہوتا ہے مگر اپنے اصرار و انکار سے باز نہین آتا جو تمامی کتب تواریخ و احادیث مین مذکور ہے تفصیل کا موقع نہین۔

انکار وصایت۔ اصل مطلب و منکا یہی ہے کہ جناب امیر کو حضرت نے اپنا وصی نہین کیا۔ اس کے متعلق حدیث صحیح بخاری پیش کرتے ہین چنانچہ لکھتے ہین۔

صحیح بخاری مین ہے۔ عن ابراهیم عن الاسود قال ذكروا عند عائشة ان علیا كان وصیا فقالت متی اوصی الیه وقد كنت مسندته الی صدری او قالت حجری فدعا بالطست فلقد انخنث فی حجری فما شعرت انه قد مات فمتی اوصی الیه۔ یعنی ابراہیم نے اسود سے نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس لوگون نے اس کا تذکرہ کیا کہ حضرت علی وصی رسول تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپنے کب وصیت کی حالانکہ آپ کو اپنے سینہ یا گود مین لئے ہوئے تھی کہ آپ جہک گئے پھر آپنے وصیت کب فرمائی۔

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت مین دوسرے صحابی سے اس وصایت بالخلافۃ کی تردید اس طرح منقول ہے

عن طلحة بن مصرف قال سألت عبد الله بن ابی اوفی هل كان رسول الله صلی الله علیه وسلم اوصی قال لا فقلت كیف كتب علی الناس الوصیة او امروا بالوصیة قال اوصی بكتاب الله ۔	طلحہ بن مصرف کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی سے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے وصی بنایا تھا تو انہون نے کہا کہ نہین تو پھر مین نے پوچھا کہ لوگ کیون وصیت کا حکم دیے گئے تو جواب دیا کہ آپنے

کتاب اللہ کی بابت وصیت کی نہ بابت خلافت [illegible]

[illegible] کتاب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ بخاری نے اس وصایت کو کے جگہ لکھا ہے
اور کس کس عنوان سے اور غرض اوس کی بجز اظہار عداوت جناب امیر کے نہیں جس سے وہ
اسدر جہ فضیحت ہو رہے ہیں کہ کوئی حد نہیں کیونکہ پہلے تو کتاب الوصایا میں اس حدیث
کو لکھا ہے اس طرح حدثنا عمرو بن زرارہ (بن واقد الکلابی) اخبرنا اسمٰعیل
بن علیہ عن (عبد اللہ) بن عون عن ابراھیم النخعی عن الاسود بن یزید قال
ذکروا عند عائشۃ ان علیا کان وصیا فقالت متی اوصی الیہ وقد کنت مسندتہ
الی صدری او قالت حجری فدعا بالطست فلقد انخنث فی حجری فما شعرت
انہ قد مات فمتی اوصی الیہ۔

دوسری فضائل قرآن مگر مختصر کر کے تیسرے کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ
پہلی حدیث جو کتاب الوصایا میں ہے اوس میں بخاری نے باب قول النبی وصیۃ الرجل
مکتوبۃ عندہ کو پہلے لکھا کہ حضرت نے فرمایا ہر مرد کو وصیت کو لکھا رہنا چاہیے جس پر
خود قسطلانی میں پہلا اعتراض یہ ہے کہ مرد و عورت میں تو کوئی فرق نہیں۔ دوسرا اعتراض
یہ کہ قال الحافظ ابن حجر انہ لم اقف علی ھذا الحدیث باللفظ المذکور فکانہ رواہ بالمعنی
فان المرء ھو الرجل ص قسطلانی جلد ۵

ابن حجر کہتے ہیں ہم کو یہ حدیث ان الفاظ سے آج تک نہیں ملی تو شاید بخاری نے روایت بالمعنی
کیا ہو پھر اسی کتاب کس بصرف کی ہے اور کتاب الجماد میں باب الحبکاری نے آیۃ کتب علیکم
اذا حضر احدکم الموت کو لکھا ہے اور باب فضائل قرآن میں یہ اضافہ کیا ہے ولم یوص
یعنی حضرت نے کچھ وصیت نہیں کیا جس پر حاشیہ سندی میں ہے ص جلد ۲

وقولہ ھل کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اوصی فقالت لا الخ کانہ فہم السوال عما
اشتہر بین الجہال من الوصیۃ الی علی رضی اللہ تعالی عنہ وفہم السوال من الوصیۃ
فی الاموال فقال الجواب لا ثم لما صرح السائل بانہ کیف یترک الوصیۃ وقد امر المسلمون
بھا ذکر لہ انہ اوصی بکتاب اللہ ای بحفظہ کانہ قال المحقق ابن حجر فی قولہ
[illegible]

لم اوص من ای کیف یؤمر المسلمون بشیئ ولا یفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی بخاری مین یہ فقرہ ہے کہ سائل نے پوچھا کیا حضرت نے وصیت کیا تھا جس سے مطلب اسکا یہ تھا کہ ابن ابی اوفی نے سوال کو یہ سمجھا کہ سوال امر کے متعلق ہے کہ لوگون مین مشہور ہے کہ حضرت نے نے جناب امیرؑ کو وصی کیا تھا بلکہ یہ سمجھا کہ حضرت نے کچھ وصیت مال کے متعلق کیا تھا لہذا یہ جواب دیا کہ نہین۔ جب سائل نے اوسکی تصریح کی کہ باوجودیکہ خدا نے وصیت کا حکم دیا تھا پہر کیون نہین وصیت کیا تو اسکا یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ کے بارہ مین وصیت کیا تھا۔ ابن حجر کہتے ہین فضائل قران مین یہ بھی بڑہا دیا ہے کہ حضرت نے وصیت نہین کیا۔

تو اسوقت اعتراض پورا ہو گیا کہ مسلمانون کو کیونکر وہ حکم دیا گیا جسکو خود حضرت نے نہین کیا تھا صفحہ ۷ جلد ۲

دیکھیے یہ ادنے نتیجہ ہے انکار وصایت جناب امیرؑ کا کہ جناب رسالتماب پر یہ اعتراض ہو گیا کہ حضرت نے اوس حکم کی تعمیل نہ کی جو منجانب اللہ فرض تہا اور معاذ اللہ مصداق لم تقولون ما لا تفعلون ہوئے۔

حضرت نے جو کفر خوارج کو بیان کیا ہے اوسکا مطلب یہی ہے کہ جو شخص دشمن جناب امیرؑ ہوگا اوس سے کسیطرح اسلام کی امید نہین وہ جو کام کریگا ایسا ہی کریگا کہ کفر لازم آئیگا چنانچہ آپنے دیکھ لیا کہ بخاری کی روایت کے بدولت یہ الزام آیا کہ حضرت نے حکم خدا کی تعمیل نہ کی اور وصیت نہ کیا جسکو کوئی مسلمان بلکہ عاقل بھی نہین مان سکتا۔

اسکے بعد بخاری نے یہ حدیث لکھی ہے ما حق امرء مسلم لہ شیئ یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہ یعنی حق مسلمان یہ ہے جسکے پاس کوئی چیز قابل وصیت ہو اور وہ دو رات بھی بسر کرے۔ مگر یہ کہ وصیت اوسکی لکھی ہوئی چاہیے۔

اس حدیث پر جتنے اعتراضات ہین اونکی گنجائش تو یہان نہین قسطلانی فتح الباری مین قابل دید ہے مگر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث کی رو سے معاذ اللہ حضرت پر کفر لازم آتا ہے کہ آپنے اتنی طولانی زندگی مین بھی وصیت نہ کی تو کیا کوئی عاقل یا مسلم اسکو مان سکتا ہے

کہ حضرت نے وصیت نہیں کی علاوہ تو یہ ہے کہ خود اوسی بخاری میں ہے کہ حضرت کے پاس نہ
درہم تھا نہ دینار نہ غلام نہ لونڈی نہ کوئی چیز مگر بغلہ بیضا اور سلاح تھا اور وہ زمین جسکو
آپ نے صدقہ قرار دیا تھا۔

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت نے بغلہ اور سلاح کے بارے میں بھی کوئی وصیت نہ کی تو
اوس حکم کی مخالفت نہیں لازم آئی جو حضرت نے فرمایا ہے۔

لطف تو یہ ہے کہ حضرت نے صدہا احادیث میں فرمایا ہے ہماری بعثت قیامت کے ساتھ
ایسی منضم ہے کہ جسطرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ تو کیا خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت
نے کوئی وصیت اپنے بعد کے لئے نہ کی ہو۔

غرض یہ سب تمہید اسکی ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو وصی نہیں کیا کہ خلافت ابوبکر راست ہو
اسی لیے یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ خلافت میں نص نبی کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ صدہا وصیتیں
رسول اللہ کی خود کتب اہلسنت میں مذکور ہیں جیسا کہ آیندہ آئیگا اور اسی لیے حضرت نے
وصیت نامہ لکھوانا چاہا جسکی مخالفت عمر نے کی اور قصہ اوسکا سب کو معلوم ہے

یہ تو پہلی حدیث کی اجمالی حالت تھی جو عبداللہ بن ابی اوفی سے منقول ہے اب دوسری حدیث
دیکھیے جو خود عائشہ سے منقول ہے اور مولف ابو قاص نے اوسکو پہلے لکھا ہے
کہ حضرت عائشہ سے لوگوں نے کہا کیا جناب امیر وصی رسول تھے تو اونہوں نے کہا کب وصیت کیا
حضرت کو تو ہم گود میں لئے تھے آپ نے طشت طلب کیا اور جھکے کہ دم نکل گیا اور ہمکو
معلوم بھی نہ ہوا کہ حضرت نے وفات کی۔

مگر پہلے فتح الباری کی تحقیقات سنئے وہ لکھتے ہیں و اما الوصیۃ بغیر الخلافۃ فوردت فی عدۃ
احادیث یعنی وصیت بالخلافۃ کو اگر نکال دیں تو بہت سی حدیثوں سے اسکا ثبوت ہوتا ہے کہ حضرت
نے وصیت کیا (۱) حضرت نے اپنے مرض میں عائشہ سے فرمایا اون اشرفی کو کیا کیا کہا میرے
پاس ہے کہا کہ اوسکو خرچ کر ڈالو اور سہل بن سعد سے روایت ہے کہ اوسکو بھیجدو علی ابن
ابی طالب کے پاس کہ وہ تصدق کر دیں (۲) عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت
نے تین امر کی وصیت کی تھی داریین - رہاویین - اشعریین کو سو وسق جو کا دیا جائے

ان الفاظ کو خود شارح نے بلا حل چھوڑ دیا اور جزیرۂ عرب میں دو دین نہ رہے اور جو شخص اسلام سے خارج ہو وہ خارج کیا جائے (۳) ابن عباس سے روایت ہے کہ جس طرح وفود کو ہم جائزہ دیتے تھے اسی طرح جائزہ دیا کریں (۴) حدیث ابن ابی اوفی میں ہے کہ کتاب خدا کے بارے میں وصیت کی (۵) ابن اسحق کی روایت ہے کہ حضرت کی تمام تر وصیت دربارہ نماز اور لونڈی غلام تھی اور حضرت کی وصیت یہ بھی کہ نماز پڑھا کرو اور بندہ کو آزاد کیا کرو (۶) عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فتنہ سے خوف دلایا اور لزوم جماعت طاعت کا حکم دیا (۷) حضرت نے جناب سیدہ سے وصیت کی کہ ہماری مرگ پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا (۸) حضرت سے لوگوں نے فرمائش کی کہ یا حضرت کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے کہا سابقین اولین مہاجرین اور ان کی اولاد کے بارے میں ہم وصیت کرتے ہیں۔ (۹) سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت نے جناب امیر سے وصیت کیا ہم کو سات مشک پانی سے غسل دینا اس پانی سے جو بیر غرس میں ہے بمقام قبا (۱۰) مسند بزار و مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت نے وصیت کی تھی کہ بغیر نماز بجماعت نہ پڑھنا (۱۱) کثیر بن بحر کی روایت ہے کہ جس روز حضرت نے وفات پائی اس روز جناب امیر حضرت کے پاس تھے اور آپ نے ہزار باب ان علوم کی تعلیم کئے جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ اس حدیث کو بہت برے لفظوں سے یاد کیا ہے مگر آخر میں یہ بھی کہا کہ ابن عدی کے پاس یہ حدیث بہ سند متصل موجود ہے۔ اب جو لوگ صحیح بخاری یا حدیث ابن ابی اوفی یا حدیث عائشہ پر ایمان لاتے ہیں وہ غور کریں کہ ان حدیثوں کا کیا حال ہے جن میں مطلق نفی کی گئی ہے اس سے کہ حضرت نے کسی قسم کی وصیت کی ہو حالانکہ صحاح ستہ میں اتنی وصیتیں رسول اللہ کی موجود ہیں جو حضرت نے بوقت وفات فرمائی تھیں۔ تو کیا صحیح بخاری کی یا ابن ابی اوفی یا عائشہ کی حدیث صحیح ہو سکتی ہے غرض ابن ابی اوفی والی روایت تو اچھی طرح باطل ہوئی جس میں انہوں نے دعوی کیا تھا کہ حضرت نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی تھی کیونکہ خود صحاح ستہ سے بہت سی وصیتوں کا پتہ لگا۔

اب عائشہ والی حدیث کو دیکھئے جس میں ...

لگائے تھے کہ طشت پر آپ جھکے اور دم نکل گیا اور ہمکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آپکا انتقال ہو گیا جو کیسی وضعی حدیث ہے کہ شان رسالت کا بھی نہ خیال کیا گیا کہ جو شخص اشرف المرسلین ہو وہ اس طرح مر جائے نہ اس کا خیال کیا گیا کہ حضرت کے صاحب عزت و وقار تھے اگر کوئی جان نثار نہ رکھتے تھے جو اسوقت موجود ہوتا۔ تو کیا کوئی عزیز بھی آپکا نہ تھا جو ایک بی النزہ عورت کے حوالہ کر دے جسکو یہ بھی نہ معلوم ہو آدمی کیونکر مرتا ہے۔

غرض پہلا دعویٰ انکا یہ کہ ہم حضرت کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے تھے اسقدر غلط ہے کہ خود صحیح بخاری میں ہے فلما اشتکی وحضرہ القبض ورأسه علی فخذ عائشة غشی علیه فلما افاق شخص بصره نحو سقف البیت صفحہ جلد ۸ فتح الباری

یعنی جب حضرت کی بیماری نے شدت پکڑی اور وقت قبض روح آیا اسوقت حضرت کا سر عائشہ کے ران پر تھا کہ حضرت نے چھت کی طرف دیکھا اور بالرفیق الاعلیٰ فرمایا۔ اب فرمائیے کہاں وہ روایت کہ سینہ سے لگائے تھی اور طشت کی طرف جھکے اور دم نکل گیا کہ ہم کو معلوم بھی نہ ہوا اور کہاں یہ روایت کہ سر زانو پر تھا اور آپ نے چھت کی طرف دیکھا اور انتقال کیا۔

(۲) دوسری روایت صحیح بخاری کی یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکر تازی مسواک لائے تھے ہم نے لیکر حضرت کو دیا اور آپنے خوب اچھی طرح مسواک کیا جب فارغ ہوئے تو تین مرتبہ ہاتھ یا انگلی اوٹھایا اور تین مرتبہ بالرفیق الاعلیٰ فرمایا اور انتقال کیا اور حضرت کا سر اوسوقت ہماری ٹھوڑی اور حلق کے درمیان میں تھا۔

کہاں ران۔ کہاں سینہ۔ کہاں ٹھوڑی۔ کہاں طشت میں جھکنا اور دم نکل جانا کہاں آسمان کی طرف دیکھنا اور انتقال کرنا۔ کہاں خوب زور سے مسواک کرنا اور بفراغت لیٹ کر آسمان کی طرف تین مرتبہ ہاتھ اوٹھانا اور تین مرتبہ بالرفیق الاعلیٰ کہنا اور وفات پانا (۳) تیسری روایت ہے کہ حضرت اپنی پشت عائشہ کی طرف لگائے ہوئے تھے کہ انتقال

[illegible] صحیح بخاری کی روایت ہے۔

اب ابن حجر عسقلانی کی تمیز سنئے وھذا یعارض ما اخرجہ الحاکم و ابن سعد من طرق ان النبی مات و راسہ فی حجر علی۔

یعنی یہ سب روائتین معارض ہین اون روایتونکے جنکو امام حاکم اور ابن سعد نے چند طریقون سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے جناب امیر کے گود مین انتقال کیا۔

(۱) حدیث جابر ہے کہ کعب الاحبار نے جناب امیر سے سوال کیا حضرت نے سبسے آخر مین کیا کہا تو فرمایا اسندتہ الی صدری فوضع راسہ علی منکبی فقال الصلوٰۃ الصلوٰۃ ہمنے اپنے سینہ سے لگایا تو حضرت نے اپنے سر مبارک کو ہمارے شانہ پر رکہا اور فرمایا الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔

(۲) حضرت نے اپنے وفات کیوقت ہمکو بلا بہیجا اور کہا نزدیک آؤ آپ برابر ہمارے سینہ سے لگے رہے اور بات کرتے جاتے تھے کہ ہمارے گود مین دم نکل گیا اور ہم نے عباس کو آواز دی جلد آؤ کہ ہم ہلاک ہوتے ہین غرض ہم دونون آدمیون نے ملکر آپکو لٹایا

(۳) علی بن الحسین سے روایت ہے کہ حضرت کا انتقال گود مین جناب امیر کے ہوا۔

(۴) ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نے جناب امیر کے سینہ پر انتقال کیا تو راوی نے کہا عائشہ یون بیان کرتی ہین تو کہا اصل یہی ہے کہ صدر جناب امیر پر انتقال کیا اور آپ ہی نے غسل دیا اور ہمارے بہائی فضل نے ہمارے باپ نے اس مین شرکت سے انکار کیا

(۵) جبہ عرنی راوی ہین کہ جناب امیر فرماتے ہین ہم سینہ سے لگائے تھے کہ انتقال کیا۔

(۶) ام سلمہ کی روایت ہے کہ جناب امیر کے سینہ پر انتقال کیا۔

آخر مین ابن حجر نے یہ بات بنایا کہ جناب امیر آخر وقت وہان سے یہانتک کہ سمجھ لیا کہ آپنے انتقال کیا اسکے بعد کچھ افاقہ ہوا تب عائشہ نے اپنے سینہ سے لگالیا اور حضرت نے انتقال کیا جسکے ثبوت مین وہ روایت احمد پیش کرتے ہین فبینما راسہ ذات یوم علی منکبی اذ مال راسہ نحو راسی فظننت انہ یرید من راسی حاجۃ فخرجت من فیہ نقطہ باردۃ فوقعت علی ثغرۃ نحری فاقشعر لہا جلدی و ظننت انہ غشی علیہ فسجیتہ ثوبا۔
صفحہ فتح الباری جلد ۸۔

یعنی حضرت کا سر ہمارے شانہ پر تھا کہ آپکی گردن جھکی اور ہم سمجھے کہ آپ ہمارے سر سے کوئی مطلب کہتے ہیں کہ آپکے منہ سے ایک نقطہ سرد نکلا جو ہمارے حلق پر پڑا جس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور سمجھے کہ آپنے انتقال کیا تب لٹا کر چادر اوڑھا دی۔

ان روایتوں کو بغور پڑھنے تو معلوم ہو عائشہ کا مطلب ان روایتوں کیا ہے کہ حضرت کی تو یہ حالت ہے اور آپ یہ سمجھتی ہیں کہ حضرت ہمارا بوسہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ آپکا انتقال ہو چکا ہے کیا ایسی ہی روایتوں پر کوئی اعتماد کر سکتا ہے اور خاتم الانبیاء کی یہی شان ہو سکتی ہے اگر آپکو شان رسالت دیکھنا ہو تو خود مدارج النبوۃ دیکھئے کہ کیا اہتمام کیا گیا ہے کس طرح فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کس طرح ملک الموت نے اجازت طلب کی ہے۔

اب ہم اس فیصلہ کو ناظرین کے حوالہ کرتے ہیں کہ وہ غور کریں عائشہ والی روایت کیسی لغو ہے کہ اتنے اختلافات اوس میں ہیں جنکی کوئی حد نہیں اور بخاری نے محض اس غرض سے ان وضعی روایات کو لکھا ہے کہ وصایت جناب امیرؑ کو کسی طرح باطل کریں۔ مگر یہ اونکے اختیار سے باہر تھا کیونکہ بخاری کے استاد امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں اس روایت کو لکھا ہے اور امام نسائی نے خصائص میں جنکا درجہ بخاری سے بڑھا ہوا تھا لکھا ہے۔

رہا یہ امر کہ عائشہ نے وصایت جناب امیرؑ سے انکار کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے تو اسکا بطلان اس سے ظاہر ہے کہ علامہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان میں لکھتے ہیں جو اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ معویہ سے وہ سب الزام دفع ہوں جو علمائے اہلسنت ادس پر قائم کرتے ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیسے سخت متعصب ہونگے پھر کسی سنی کی مجال ہے کہ وہ وصایت جناب امیرؑ سے انکار کرے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ان عمار بن یاسر اقبل یوم الجمل فنادی عائشہ فلما عرفتہ۔ قالت لہم قولوا لہ ما ترید فقال انشدک باللہ الذی انزل الکتاب علی رسولہ فی بیتک العلمین ان رسول اللہ جعل علیا وصیا علی اہلہ وفی اہلہ قالت اللہم نعم قال فما بالک قالت اطلب بدم عثمان امیر المومنین۔ ثم ...

فقالت سلوه ما يريد فلما كلمها قال نشدتك الله الذي انزل الكتاب على نبيه في بيتك اتعلمين ان رسول الله صلى الله عليه وآله جعل عليا وصيا على اهله وفي اهله قالت اللهم نعم قال فما لك فقالت اطلب بدم عثمان

قال اتعرفين قتلة عثمان ثم انصرف ... بر حاشیہ صواعق محرقہ۔

یعنی جنگ جمل میں حضرت عمار بن یاسر میدان میں آئے تو عائشہ کو آواز دی۔ عائشہ نے آواز پہچان کر کہا کہو کیا چاہتے ہو حضرت عمار نے قسم دیکر کہا کہ جس خدا نے اپنے رسول پر قرآن تمہارے گھر میں نازل کیا اوسکی قسم دیتے ہیں بتاؤ کہ تم جانتی ہو رسول اللہ نے علی کو وصی کیا ہے اپنے اہل پر اور اپنے اہل میں تو عائشہ نے کہا خدایا سچ ہے تب عمار نے پوچھا پھر کیوں لڑنے آئی ہو تو عائشہ نے کہا خون عثمان کا مطالبہ ہے اوسکے بعد جناب امیرؑ تشریف لائے اور وہی سوال کیا جو عمار نے سوال کیا تھا تو پھر عائشہ نے وہی کہا کہ ہمکو خون عثمان کا مطالبہ ہے تو حضرت علی نے کہا ہمکو قاتلان عثمان کو دکھاؤ۔

مولوی عبدالرزاق صاحب نے استعجب کیا تھا کہ خود جناب امیرؑ اور مخصوصین صحابہ نے اس امر وصایت کو کیوں نہیں لیا بسکا جواب ہوچکا اب مگر حضرت پیش ہے کہ خود جناب امیرؑ نے اسکو پیش کیا۔ حضرت عمار نے قسم دیکر پوچھا جب عائشہ نے کہا بیشک آپ وصی رسول ہیں مگر بخاری نے عمداً اوس روایت کو لکھا جس میں وصایت سے انکار ہے اور اوس حدیث کو نہ لکھا جس میں عائشہ نے قسم کھا کر کہا کہ بیشک آپکو رسول اللہ نے وصی کیا ہے۔

یہ سب روایتیں کتب معتبرہ اہلسنت کی ہیں جن سے مثل آفتاب تابان ثابت ہے کہ رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ بنایا۔ خلفائے ثلٰثہ نے تو اپنے ذاتی اغراض کی اس حکم کو پامال کیا۔ اور علمائے اہلسنت نے بخوشامد اون خلفا کے انکو یا تو لکھا ہی نہیں اور اگر لکھا تو نہ ماننے والوں نے کسی راوی کو مجروح کردیا کسی کو شیعہ کہدیا۔ مگر اس سے حق کب مٹ سکتا ہے اگر شیعہ راوی کا میدان تو ایسا وسیع ہے کہ نہ خود بخاری اوس سے بچے نہ اور کوئی

اب ہم اس بحث کو وصیت مذہب کے عبارت پر تمام کرتے ہیں جس میں ... نے وصایت کو

نہایت خوبی سے لکھا ہے اور وہ ظلمات الحدیث سے این حواج کل نام طلب پر شہرت
پذیر ہو رہے ہیں لاحظہ ہو

الوصاية عن رسول الله صلعم واله عليه السلام اختص بها كما اخرج
الحافظ ابو القسم البغوی فی معجم الصحابة عن بريدة قال قال رسول الله
صلعم لكل نبی وصی و وارث وان عليا وصيی و وارثی واخرج احمد عن انس
ان النبی صلی الله علیه وسلم قال وصيی و وارثی ومنجز موعدی علی بن
ابی طالب واخرج احمد من حديث انس قال قلنا لسلمان سل رسول الله
صلعم من وصيه قال سلمان يا رسول الله من وصيك قال يا سلمان
من كان وصی موسی قال يوشع بن نون قال فان وصيی و وارثی ويقضی
دينی وينجز موعدی علی ابن ابی طالب واخرج ابن جرير عن علی عليه السلام
قال رسول الله صلعم يا بنی عبد المطلب انی قد جئتكم بخير الدنيا والاخرة
وقد امرنی الله عز وجل ان ادعوكم اليه فايكم يوازرنی علی هذا الامر علی
ان يكون اخی ووصيی وخليفتی فيكم فاحجم القوم عنها جميعا وقلت انا
يا نبی الله اكون وزيرك عليه فاخذ برقبتی ثم قال هذا اخی ووصيی و
خليفتی فيكم فاسمعوا له واطيعوا قال المحب الطبری بعد ان ذكر الحديث
الاول والوصية محمولة علی ما رواه انس من قوله وصيی و وارثی يقضی
دينی وينجز موعدی علی بن ابی طالب او علی ما اخرجه ابن السراج من قوله
صلعم يا علی اوصيك بالعرب خيرا او علی ما رواه حسين بن علی عن ابيه
عن جده صلوات الله عليهم قال اوصی رسول الله صلعم عليا ان
يغسله فقال يا رسول الله اخشی ان لا اطيق قال انك ستعان عليه
الحديث انتهی **قلت** وكان الحامل للمحب علی هذا الحمل حديث
عائشة متی اوصی رسول الله صلعم فقد مات بين سحری ونحری
واقول حديث عائشة لا ينافی الوصاية غاية نفی علمها ولعا لنفی

فقط الوصية وقد علم غيرها او نفي الوصية حال الموت ولا يلزم من نفيها ذلك الوقت الخاص عدمها وهذه الاحاديث التي سبقت اخبر فيها الرسول صلعم انه وصيه ولا يخبر الا بما يكون فنؤمن بانه عليه السلام وصيه ولا يلزمنا تفاصيل الموصى به فقد ثبت انه امره بقتال الناكثين والقاسطين والمارقين وعين علاماتهم له واودعه من العلوم جملا جمة كما يأتي وقد مضى فيحتمل ان هذا من افراد الوصاية ويحتمل انها غيره وبالجملة لا موجب لحمل لها على شئ بعينه ان قلت كانت الوصاية اخباره بما لم يخبر به غيره من الملاحم ونحوها فقد شاركه في ذلك حذيفة رض فانه خصه رسول الله صلعم بمعرفة المنافقين واختصه بعلم الفتن وان حملت على الوصاية بالعرب كما قاله المحب فقد اوصى صلعم المهاجرين بالانصار واوصى اصحابه باصحابه فلا اختصاص قلت لم نحمل الوصية على معين من الامور بل نصدق الرسول صلعم بانه وصيه ولا يلزم تفاصيل ما اوصى به انما قلنا يحتمل ان يكون تلك من افراد ما اوصى صلعم به ان قلت قد قال صلعم لعمر لما ودعه في سفره للعمرة الى مكة لا تنسانا اخي من دعائك وقال لزيد بن حارثة مولانا انت اخونا وتكرر هذا في اطلاقه على غير علي فاين الفضيلة۔

یعنی رسول اللہ کا وصی ہونا ایسی صفت خاص ہے جو جناب امیر سے مخصوص ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں کیونکہ حافظ ابو القاسم بغوی نے معجم صحابہ میں بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے اور علی ہمارے وصی و وارث ہیں اور امام احمد نے انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے ہمارے وصی۔ وارث اور وعدہ کے پورا کرنے والے علی ابن ابیطالب ہیں اور نیز امام احمد نے انس سے روایت

سلمان سے کہا موسی کا وصی کون تھا کہا یوشع بن نون تو حضرتؐ نے فرمایا ہمارے وصی
اور وارث جو ہمارے دین کو ادا کریگا اور وعدہ کو پورا کریگا وہ حضرت علی ابن ابیطالب ہیں
اور ابن جریر نے خود جناب امیرؑ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے تمامی خاندان
عبد المطلب کو جمع کیا اور فرمایا کہ ہم خیر دنیا و آخرت لائے ہیں اور خدا نے حکم دیا ہے
کہ تمہاری دعوت کریں اوسکیطرف تو کون تم سے ہماری وزارت قبول کرتا ہے
اس شرط پر کہ وہ ہمارا بھائی اور وصی اور خلیفہ تم میں تو سب نے منہ پھیر لیا۔ مگر حضرت علیؑ نے
کہا ہم قبول کرتے آپکی وزارت کو تو حضرت نے ہماری گردن پکڑی اور فرمایا یہ ہمارا
وصی خلیفہ ہے۔ تم سب اسکا حکم مانو اور اسکی اطاعت کرو۔

شیخ محب طبری نے پہلی روایت لکھکر کہا کہ یہاں مراد وصیت سے وہی ہے جس کو
انس نے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا علی ہمارا وصی۔ وارث ہے جو دین
کو ادا کریگا۔ یا یہ مطلب ہے جسکو ابن السراج نے روایت کیا ہے کہ یا علی ہم تم کو وصیت
کرتے ہیں عرب کے ساتھ خیر کا۔ یا یہ مطلب ہے جسکو حسین بن علی نے روایت کیا ہے کہ
حضرت نے جناب امیرؑ سے وصیت کی تھی کہ ہم کو غسل دینا تو حضرت نے عرض کیا ہم
ڈرتے ہیں اس سے کہ اسکی طاقت ہم کو نہ ہو تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری اعانت
کی جائیگی۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ محب طبری کی یہ توجیہ اس وجہ سے ہے کہ عائشہ نے کہا
حضرت نے کیا وصیت کیا۔ حالانکہ حضرت کی وفات تو ہمارے گلے اور سینہ کے
درمیان میں ہوئی۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث عائشہ اسکے منافی نہیں ہے کہ حضرت نے
وصیت کیا ہو کیونکہ اگر اس حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے تو اسیقدر کہ عائشہ کو
اسکا علم نہیں ہوا۔ اس سے نفی وصیت کیونکر ثابت ہو سکتا ہے جبکہ اور لوگوں کو
معلوم ہو۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ عائشہ کو اس سے انکار ہو کہ حضرت نے وقت موت
نہیں وصیت کی۔ اس وقت خاص میں وصیت نہ کرنے سے عام طور کی نفی وصیت

الا اعتراض ہی کیف یؤمر المسلمون بشیٔ ولا یفعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی بخاری مین یہ فقرہ ہے کہ سائل نے پوچھا کیا حضرت نے وصیت کیا تہا جس سے مطلب اسکا یہ تہا کہ ابن ابی اوفی نے سوال کو یہ سمجہا کہ سوال اسکے متعلق ہے کہ لوگون مین مشہور ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو وصی کیا لعلہ یہ سمجہا کہ حضرت نے کچھ وصیت مال کے متعلق کیا تہا لہذا یہ جواب دیا کہ نہین۔ جب سائل نے اوسکی تصریح کی کہ باوصف خدا نے وصیت کا حکم دیا تہا۔ پہر کیون نہین وصیت کیا تو اسکا یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ کے بارہ مین وصیت کیا تہا۔ ابن حجر کہتے ہین فضائل قران مین یہ بہی بڑہا دیا ہے کہ حضرت نے وصیت نہین کیا۔

تو اب وہ اعتراض پورا ہو گیا کہ مسلمانون کو کیونکر وہ حکم دیا گیا جسکو خود حضرت نے نہین کیا تہا صفحہ ۲۰ جلد ۲

دیکہئے یہ اوسی نتیجہ ہے انکار وصایت جناب امیر کا کہ جناب رسالتماب پر یہ اعتراض ہو گیا کہ حضرت نے اوس حکم کی تعمیل نہ کی جو منجانب اللہ فرض تہا اور معاذ اللہ مصداق لم تقولون ما لا تفعلون ہوئے۔

حضرت نے جو کفر خوارج کو بیان کیا ہے اوسکا مطلب یہی ہے کہ جو شخص دشمن جناب امیر ہو گا اوس سے کسیطرح اسلام کی امید نہین وہ جو کام کریگا ایسا ہی کریگا کہ کفر لازم آئیگا جناچہ آپنے دیکہہ لیا کہ بخاری کی روایت کے بدولت یہ الزام آیا کہ حضرت نے حکم خدا کی تعمیل نہ کی اور وصیت نہ کیا جسکو کوئی مسلمان بلکہ عاقل نہین مان سکتا۔

اسکے بعد بخاری نے یہ حدیث لکہی ہے ما حق امرء مسلم لہ شیٔ یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہ یعنی حق مسلمان پہ ہے جسکے پاس کوئی چیز قابل وصیت ہو اور وہ دو رات بہی بسر کرے۔ مگر یہ کہ وصیت اوسکی لکہی ہوئی چاہئے۔

اس حدیث پر جتنے اعتراضات ہین اونکی گنجائش تو یہان نہین قسطلانی فتح الباری مین قابل دید ہے مگر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث کی رو سے معاذ اللہ حضرت پر کفر لازم آتا ہے کیا آپنے [illegible]

جو شخص ناصبی ہے عائشہ والی اوس روایت کو لکہا جسمین انکار وصایت ہے اور اوس
روایت کو نہ لیا جو خود عائشہ سے منقول ہے کہ جب حضرت عمار نے قسم دیکر پوچہا ہی
تو عائشہ نے کہا بیشک رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو وصی کیا تہا اور اسپر غور کیا کہ اگر
یہ قول مانا جاے کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو وصی نہین کیا تو صریحی مخالفت قرآن
لازم آتی ہے جسمین کتب علیکم الوصیۃ موجود ہے تو کیا دنیا مین کوئی مسلمان ایسا
ہو سکتا ہے جو اسکا قائل ہو کہ رسول اللہ نے قرآن کی مخالفت کی ہو معاذ اللہ۔

اب ہم اس رسالہ کو ایک ایسی روایت پر ختم کرتے ہین جس سے حضرت کا ایک عظیم معجزہ بہی
ظاہر ہوا اور یہ دعوی بہی کہ حضرت نے فرمایا ہم وصی رسول ہین ارجح المطالب مین ہے
ص۲۳۴ باب چہارم۔

لما توجه علی الی صفین واحتاج اصحابه الی الماء والتمسوه يمينا وشمالا فلم يجدوه
فعدل بهم امير المومنين عن الجادة قليلا فلاح لهم دير فی البرية فسار و
بسالون من فيه عن الماء فقال بينكم وبين الماء فرسخان فسيروا الی
حيث اقول لكم لعلكم تدركون الماء فقال امير المومنين اسمعوا ما يقول الراهب
فقالوا يامرنا ان نسير الی حيث ادمی الينا لعلنا ندرك الماء اليس بنا قوة
فقال علی لا حاجة بكم الی ذلك ولوی عنق بغلته نحو القبلة واشار الی مكان
بقرب الدير فقال اكشفوه فكشفوه فظهرت لهم صخرة عظيمة فقالوا يا امير المومنين
هنا صخرة لا يعمل فيها فقال هذه الصخرة علی الماء فاجتهدوا فی قلعها
فما زالت عن موضعها فاجتمع القوم وجهدوا فی تحريكها فلم يجدوا الی
ذلك سبيلا واستصعبت عليهم فلما رای ذلك لوی رجله عن سرجه
ثم حسر عن ساعده ووضع اصابعه تحت جانب الصخرة فحركها وقلعها
بيده فظهر لهم الماء فشربوا وكان اعذب ما شربوه فی سفرهم و
ابرده ثم جاء الی الصخرة فتناولها بيده ووضعها حيث كانت والراهب
ينظر من فوق ديره فنادی يا قوم انزلونی فوضعت بين يدی امير المومنين

فقال یا هذا انت نبی مرسل قال قال لا فملک مقرب قال لا قال فمن انت قال انا وصی رسول اللہ محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قال ابسط یدک اسلم علی یدک فبسط امیر المومنین والراهب اسلم علی یده ارجح المطالب ص۳۲۳ باب چہارم۔

روایت ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام صفین کو تشریف لے چلے راستہ مین جناب امیر کے لشکر کے پاس پانی نہ رہا دشت بامین ڈھونڈا کہین پانی کا پتہ نہ ملا جناب امیر نے ایک پگ ڈنڈی دکہا کر فرمایا اسطرف چلو۔ تھوڑی دور جاکر میدان مین عیسائیون کا ایک کلیسا ملا لوگون نے اسکے پاس جاکر اسکے پادری سے پانی کے بابت پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ پانی یہان سے دو فرسخ پر ہے جسطرف مین تمہین بتاتا ہون اسطرف چلے جاؤ۔ امید ہے کہ تم کو پانی مل جائیگا۔ امیر المومنین نے فرمایا سنو راہب کیا کہتا ہے لوگون نے عرض کیا وہ ہم کو دو فرسخ پر پانی کا پتہ دیتا ہے۔ لیکن وہان تک کے پہونچنے کی ہم مین طاقت باقی نہین جناب امیر نے فرمایا اس طرف جانیکی تم کو کچھ ضرورت نہین قبلہ کیطرف گہوڑیکا مونہہ پھیر کر اس دیر کے قریب اشارہ کیا اور فرمایا یہان سے کہودو لوگ کہودنے لگے۔ ایک بھاری چٹان نظر آئی۔ لوگون نے عرض کیا یا امیر المومنین اس چٹان مین اب کام نہین ہو سکتا جناب امیر نے فرمایا یہ چٹان پانی کے مونہہ پر ہے۔ لوگ اسکے اوکہاڑنے مین کوشش کرنے لگے اس کو جنبش تک نہ ہوئی۔ تمام لشکر نے متفق ہو کر زور مارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی جب لشکر کے لوگ اسکے اوکہاڑنے سے عاجز آگئے۔ جناب امیر علیہ السلام اپنے گہوڑے سے اُترے اور اپنی آستینون کو لوٹا۔ اور اس چٹان کے نیچے انگلیان ڈالکر اسکو ہلایا اور اپنے ہاتھ سے اوکہاڑ لیا۔ اسکے نیچے سے نہایت میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ لوگ دوڑ کر اسکا پانی پینے لگے ان کو تمام سفر مین ایسا ٹھنڈا اور میٹھا پانی کہین نہین ملا تھا۔ راہب اپنے دیر سے یہ تمام کیفیت دیکھ رہا تھا۔ لوگون کو آواز دیکر کہنے لگا مجھے نیچے اوتارو جب اسکو چھت سے نیچے اوتارا۔ جناب امیر کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ کیا آپ نبی مرسل ہین

آپ نے فرمایا نہین پھر کہنے لگا کیا آپ مقرب فرشتہ ہین جناب امیر نے فرمایا نہین وہ عرض کرنے لگا پس آپ کون ہین فرمایا مین خدا کے رسول محمد بن عبد اللہ تمام نبیون کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ہون راہب نے کہا آپ ہاتھ بڑھائین کہ مین آپ کے ہاتھ پر بیعت کرون اور اسلام لاؤن آپ نے ہاتھ بڑھایا اور راہب آپکے ہاتھ پر اسلام سے مشرف ہوا۔

اب مولوی عبد الرزاق صاحب کو مناسب ہے کہ آپ اس سوال پر خود غور کرین۔ کیا حضرت علی کو اسکا اعتقاد تھا کہ مین وصی رسول ہون اور اصحاب رسول اس عقیدہ سے بچے رہے۔

کیونکہ صرف عقیدہ جناب امیر معلوم ہوا بلکہ سارے صحابہ کا بھی عقیدہ تھا چنانچہ اون کی روایتین مذکور ہوئین۔ اب یہ اگر کہا جائے کہ اونکا عقیدہ اسکے خلاف تھا تو کفر اون کا لازم آتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ عقیدہ مطابق روایت تھا تو پھر آپ کو کیا عذر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ہم دکھا دیئے ہین کہ صدر اول مین اسیطرح بیعت لی جاتی تھی۔ اور خود حضرت عائشہ کا اقرار بھی دکھا دیا کہ باوصف شدت عناد و تعصب کہا کہ جناب امیر وصی رسول ہین۔ اب جناب امیر کا یہ قول لکھتے ہین کہ حضرت نے فرمایا رسول اللہ نے اس بارے مین کوئی وصیت نہین فرمائی صـ۲۲

مگر اون روایتون کو کیا کیجئے گا جس مین یہ مذکور ہے کہ حضرت نے ہم کو حکم دیا قتال ناکثین و قاسطین و مارقین کا جنکی تعداد ہزارون سے متجاوز ہے اور اون روایتون کو کیا کیجئے گا جس مین حضرت نے شیخین کو کاذب غادر خاین آثم کا خطاب دیا جو آجتک صحیح مسلم مین موجود ہے۔ مگر بخاری نے ان الفاظ کو نکال کر کذا و کذا بنا دیا۔ آپ نے فتح الباری سے اسکو تو نقل کر دیا کہ شیعون نے وضعی روایتین بنائی ہین۔ مگر اسپر نہ غور کیا۔ باطل است اینکہ علی بگوید کہ با نسبت صحیح ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ شیعہ سنی کو کاذب و ادعا جانتے ہین۔ اور سنی شیعہ کو مگر اس سے کام کیا چل سکتا ہے جب تک دلیل و برہان سے کوئی بات نہ ثابت ہو اور بالفرض اگر ایسا ہو بھی تو یہان کوئی

شیعہ ہی نہیں پیش کی گئی ہے بلکہ خاص الخاص سنی علما بلکہ ان کے ائمہ کی حدیثیں پیش کی گئی ہیں جنکی تصدیق و توثیق بھی دکھا دی گئی۔

جناب امیرؑ کی ذات بابرکات بھی واقعا عجیب طرح کی مظہر العجائب ہے کہ ایک طرف تو مقابلہ کفار آپ وہ کام کرتے ہیں کہ دین اسلام قایم ہوتا ہے اور رسول اللہؐ کی رسالت عام عالم میں مانی جاتی ہے دوسرے طرف اہلسنت یہ فائدہ لینا چاہتے ہیں کہ اگر آپ خلیفہ برحق تھے تو خلفائے ثلثہ سے کیوں نہ جہاد کیا لہذا معلوم ہوا کہ وہ لوگ خلیفہ برحق تھے۔ مگر جب کی طرف عائشہ۔ طلحہ زبیر معاویہ کو دیکھتے ہیں کہ اگر معیار حقیقت یہی ہے تو پھر ہم یہ کیوں لعنت نہیں کرتے کہ ہم سے تو حضرت علی نے جہاد بھی کیا قید بھی کیا قتل بھی۔ مگر ہم صرف اسوجہ سے کہ ہم خلفائے ثلثہ کے دوستدار قرابت مند تھے۔ نہیں کچھ کہہ سکتے۔

حدیث رسول الحق مع علی وعلی مع الحق تمہارے پیش نظر ہے اللھم ادر الحق معہ حیثما دار بھی ہمکو یاد ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو وصیت کی تھی کہ جبتک اعوان و انصار نہ پانا اونسے جہاد نہ کرنا مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں اوٹھاتے اور ہمیشہ یہ مراد ہے چونکہ جناب امیرؑ نے خلفائے ثلثہ سے جہاد نہیں کیا لہذا اونکی خلافت جایز تھی۔

ابن حجر اسکو تقیہ و مداہنہ قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ شارح بخاری ہیں اور ہمکو اکثر حدیثیں معلوم ہیں کہ حضرت نے خلفائے ثلثہ کو ناجائز ظاہر کیا اور پھر بمصلحت بقائے اسلام جناب امیرؑ سے وصیت کی کہ بالتحقیق شرائط مرد نہ کرنا۔

اصحاب رسول اللہؐ سے نہ معلوم پھر عبد اللہ بن اوفی اور عائشہ کیوں وصایت جناب امیرؑ کا منکر تھا۔ عائشہ نے خود رجوع کیا اور ابن اوفی سے ... میں تمامی صحابہ اہل بدر موجود ہیں جو وصایت کا اظہار کر رہے ہیں پھر کیونکر آپ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ اوپر آمادہ ہوئے۔

شرح عقائد کی عبارت کو لکھدی کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ خلافت ثلثہ حق ہے

مگر عقاید جلالی و عقاید تفتازانی و شرح مقاصد و شرح مواقف کو نہ دیکھا کہ وہان د
کیسی کیسی دستکاری کی ہے جسکو دیکھکر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ مذہب اہلسنت مین کوئی مس
اتفاقی نہین ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ ہر شخص کی رائے جداگانہ ہے جسکو خداوند عالم
فرماتا ہے تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی۔

غرض اسیکو اگر مذہب حق کی فکر ہے تو جہانتک ہو سکے احادیث رسول اللہ کو دیکھے جسمین
اگرچہ ہزارون موضوعات شامل کر دیے گئے ہین مگر پھر بھی بہت عقدے اوس سے
حل ہو سکتے ہین کیونکہ انکی عقل جو بنادی گئی ہے یہ حدیث اصلی ہے یا جعلی کیونکہ خداوند عالم نے
رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اور ایسے دین کے ساتھ کیا تھا جو قیامت تک
باقی رہنے والا تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت اپنے بعد اختلاف کے راہون کو بند کیا نہ
اسوجہ سے حضرت نے اول روز اعلان نبوت فرمایا کہ علی ہمارے وصی خلیفہ وزیر ہین
تاکہ تمام عالم پر حجت تمام ہو جائے کیونکہ ابھی تک جو تھا وہ کافر تھا اسلام و دینکے مرد و زن
سے ناواقف تھے۔ اسلیے نسبی کے ساتھ ہی اشتہار کرتے ہین حضرت ابوطالب نے
کیا اور تمہارا امیر و حاکم مقرر کیا گیا جس سے ظاہر ہے کہ سبنے یہی سمجھا کہ رسول اللہ کا
منشا بھی ہے ورنہ وہ بھی مثل حضرت عمر کے کہتے اور وقت خلافت انکار کر جاتے
چونکہ مولوی عبد الرزاق صاحب نے حدیث غدیر کو تسلیم کیا ہے اور غرض دلکی یہ قرار دیا ہے
کہ حضرت نے باہتمام اسلیے کیا کہ انکی محبت سب پر لازم ہے سوا

اسلیے ہم بھی ایک حدیث کتاب مودۃ القربی سید علی ہمدانی کی لکھتے ہین کہ داخل
ثواب ہون ملاحظہ ہو مسئلہ مطبوعہ بمبئی۔

عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا علما فقال
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل
من خذلہ وانصر من نصرہ اللہم انت شہیدی علیہم قال وکان فی جنبی
شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی یا عمر لقد عقد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم عقدا لا یحلہا الا منافق فاحذر ان تحلہ۔

خود حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نے بمقام غدیر خم جناب امیر کو علم مقرر کیا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللہم انت شہیدی علیہم تو عمر نے کہا یا حضرت جس وقت آپ نے یہ حدیث فرمایا تو ہمارے پہلو مین ایک جوان خوبرو خوشبو تہا اوس نے کہا اے عمر آج رسول اللہ نے ایسی گرہ لگائی ہے کہ اسکو نہ کہولیگا مگر وہی شخص جو منافق ہوگا تو اے عمر تو اس سے خوف کر کہ تو ہی اس گرہ کا کہولنے والا ہو عمر نے اس واقعہ کو حضرت سے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایسا ایسا کہا تہا تو حضرت نے فرمایا وہ بنی آدم سے نہ تہا بلکہ جبرئیل امین تہے اسلئے یہ فرمایا کہ تم پتا کید کرین اوسکی جو ہمنے دربارہ علی کہا تہا۔

اب اہلسنت کو اختیار ہے کہ لفظ کے جو مطلب چاہین اختیار کرین کیونکہ رسول اللہ کے لفظ مولی و وصی سے تو اہلسنت نے خلافت جناب امیر کو نہ سمجہا اب یہ عمر صاحب کا لفظ ہے کہ مقرر کیا حضرت نے جناب امیر کو علم مقرر فرمایا اور تمام اہل علم کو معلوم ہے لشکر مین علم ویسکو ملتا ہے جو سردار لشکر ہوتا ہے۔

اور حضرت جبرئیل کہتے ہین کہ حضرت نے وہ گرہ باندہی ہے کہ اوسکا کہولنے والا بجز منافق دوسرا کوئی نہین ہوگا دیکہا اے عمر وہ گرہ کہولنے والا منافق تو ہی نہو شیعہ اور اہلسنت مین اختلاف کی بنیاد صرف اسیقدر ہے کہ شیعونکا مدار جو کچہہ ہے قرآن وحدیث پر اور اہلسنت کا مدار صرف اعمال واقوال خلفائے ثلثہ پر نہ قرآن و حدیث پر نہ دیگر صحابہ کے روایات پر کیونکہ آپنے اس مختصر رسالہ مین دیکہہ لیا کتنے صحابہ ہین جو اسکی روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ نے جناب امیر کو خلیفہ وصی خیر الاوصیا سید الوصیین فرمایا مگر اوسپر ایمان نہین لاتے اور یہی کہے جاتے ہین کہ وصایت کا مدعی عبداللہ بن سبا یہودی ہو تو اب اسکا کیا جواب دیا جائے۔

کیونکہ حدیثین تو ایک نہین صدہا کتب معتبرہ اہلسنت سے دکہادی گئین مگر اونکی زبان کو کون روکے۔

وسبب وجد عمر فكان جزاؤه من جنس فعله بحيث انه اعرض عن تصانيفه جماعة
من الائمة وهجروها ونفروا منها واحرقت في وقت واعتنى بها آخرون
وفتشوها انتقادا واستفادة واخذا وموآخذة ورأوا فيها الدر الثمين ممزوجا
في الرصف بالخرز المهين فتارة يطربون ويعجبون ومن تفرده يهزؤن
حتى قال الشيخ الامام السبكي وغيره ان الاجماع لا يخرق بخلافهم
ومذهبهم مردود بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال
الفكر والفهم في كتاب الله وسنة رسول الله فاهل الظاهر الذين
قال فيهم بعض اهل الاصول من الحنفية ان حكمهم حكم البغاة ان
اراد وابه تلك الطائفة المخصوصة فلكلامهم وجه على معنى انه كما لا يخرق
الاجماع خروج اهل البغي عن حكمه كذلك خروج هؤلاء لا على معنى ان حل
قتال الظاهرية حتى ينتهي الى قول الجمهور بحل قتال البغاة ولزوم المعصية
فان الظاهرية وان جمدوا واجمدوا وعطلوا قول الرسول بعد صحته لعدم مسلكهم
في امر ما وان اخطأوا في انكار الاستنباط وعدم رويته الفهم في نصوص
الشريعة المطهرة ولم يفض قولهم الى مفسدة عامة في الناس بخلاف
امر البغي انتهى قال ابن حزم منهم ان كل ماء راكد قل او كثر بال فيه انسان
فانه لا يحل كذلك البائل خاصة الوضوء منه ولا الغسل وان لم يجد غيره
ففرضه التيمم وجائز لغيره الوضوء منه والغسل وهو طاهر مطهر لغير الذي بال
فيه ولو تغوط فيه او بال خارجا فسال البول الى الماء الدائم او بال في
اناء وصبه في ذلك الماء ولم يتغير له صفة فالوضوء منه والغسل جائز لذلك
المتغوط والذي سال بوله فيه ولغيره وممن شنع على ابن حزم في ذلك
الحافظ ابو بكر بن مسعود اه

یعنی ابن حزم ظاہری ۵۰ھ میں پیدا ہوا یہ ایک نہایت خفیف فرقہ ہے ایسے مرتبہ کا
مدعی ہوا جسکا کسی طرف ۔ نہ تہا ایسے کلمات کا مدعی ہوا جسکو دین سمجھا کیونکر یہ اپنے

بہائی خوارج کے مقلد ہین جو کہتے ہین لا الحکم الا للہ ابن حزم باوجود بلیہ کا ماننے والا تہا پہلے شافعی تہا پہر داود ظاہری کا مقلد بنا اسکے بعد سبکو چھوڑ کر خود امام الائمہ بنا اور اسکا دعوی کیا کہ ہم جو چاہیں حکم دین اور علما پر افترا کرتا تہا جسکے وہ قائل نہ تہے اس غرض سے کہ لوگ ان علما سے متنفر ہون مسئلہ صفات باری تعالی مین جو مذہب ہے تو نکل گیا مگر قیامت کی باتین کہنے لگا یہ کہتا تہا ہم بجز خدا اور رسول کسیکا حکم نہین مانینگے نہ ہمکو خدا نے کسی کے اقتدا کا حکم دیا نہ کسی کے اجماع کا یہی عقیدہ مجتہد کا ہے اسنے بہت سی کتابین تصنیف کین اور علما کے ساتھ بہت بے ادبی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے علما نے اسکے کتابونکو ترک کر دیا اور اوسکے کتابونکو لوگون نے جلا دیا اور بہت سے علما نے اوسکے کتابونکی رد لکہی اور سلسلہ بحث و مباحثہ جاری رہا علامہ سیوطی کہتے ہین کہ انکے مخالفت سے اجماع نہین ٹوٹتا اسکا مذہب کتاب و سنت سے مردود ہے علما اصول حنفیہ سے کہتے ہین کہ یہ فرقہ باغیونکے حکم مین ہے یعنی جس طرح باغی کے بغاوت سے اجماع نہین باطل ہوتا اوسیطرح انکی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہین ہوتا۔

اب مولوی عبد الرزاق صاحب فرماتے ہین کہ جو ابن حزم خوارج کا مقلد ہو اور باغیکا حکم رکہتا ہو اوسکا کلام آپ پیش کرتے ہین شیعونکے سامنے جنکے دلایل قاہرہ اور براہین ظاہرہ نے تمام مخالف کو خواہ سنی ہو یا خارجی مقلد ہو یا غیر مقلد مصداق فبہت الذی کفر کر دیا اب انکی کتاب الفصل ملاحظہ فرمایئے جو اسکا قائل ہے کہ بعد ابی بکر کے بڑھ کر کوئی مستحق خلافت نہین ہے۔

عقیدہ مولف الوقاص

ہمنے ابھی تک اس رسالہ مین اس حیثیت سے نظر کی ہے کہ مولوی عبد الرزاق صاحب اور انکے مقلدون کا جناب امیر سے جو اختلاف ہے وہ صحیح بخاری سے ظاہر ہے مگر خداوند عالم جزاے خیر دے سید عبد العزیز صاحب ہزاری کو جنھون نے ضمیمۃ الاخلاق حصہ دوم شایع کر کے سنایا کہ مولوی عبد الرزاق صاحب نے اب سے نو برس قبل ایک اپنی تصنیف شایع کی تہی جسکا نام فتوح الآخر معروف بہ ہفت بند منقبت ہے اور مطبع حکیم برہم صاحب گورکہپور سے شایع ہوئی ہے جسکے چند اشعار حسب ذیل ہین۔

ذات تو بے مثل بے ہمتاست انفیض نبی ۔۔۔ حسن عثمان دلاور دیا از طاد داد بادو سین

غیر حق از کنہ ذات کیست کو آگہ بود — ناں ہمیں آگہ اگر باشد رسول اللہ بود

نیست باک از یوم پرسش نیست خوف از روز حشر — چون تو ہستی از برائے عاصیان فریاد رس

زینت محراب دین طاعت گزار قبلتین — ایکہ سر تا پائے دلری شان شان مصطفےٰ

ہست در قرآن ثنایت یا امیر المومنین — مدح تو کردہ خدایت یا امیر المومنین مدد

شمۂ از شمعی بالست خسران را سبب — نور خیر بود از ولایت یا امیر المومنین مدد

سالکان راہ طریقت تا ز تشویشے بود — آمدی بہر ہدایت یا امیر المومنین مدد

ذات عالی گو بظاہر آمدہ در ممکنات — لیکن از امکان ما یان دیگر امکان شماست

چون ثنا ہایت بود اندر کلام ایزدی — ہر چہ در وصف شما گویند شایان شماست

یک نگاہ از لطف آمد عاصی را دوا — اینکہ این مجبور ہم محتاج درمان شماست

خوش تر است از غیر درد خویش پنہان داشتن — لیک بے عقلی است پنہان از طبیبان داشتن

آمدی نائب ز بہر نائب حق از ازل — کار عالم با ذات تو باشد چون نظام

بر سرم بود جز الطفت بود سایہ فگن — کن قبول این آرزو تو شاہ ہستی من غلام

ان اشعار کو دیکھیے جو خود مولوی عبد الرزاق صاحب کے تصنیفات سے ہیں اور یہ رسالہ لکھ رہے ہیں جسکا نام الوقائع ہے اور اوسکی جواب میں رسالہ الوصی شایع ہوا اور غرض انکا کون عقیدہ صحیح ہے۔ اب ہم اس رسالہ کو مولوی ثناء اللہ صاحب اوڈیٹر اہلحدیث کے عبارت پر تمام کرتے ہیں جو خلافت … صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں۔ اے عبد المطلب کی اولاد قسم ہے خدا کی میں جو تمکو تعلیم دیتا ہوں اس سے بہتر کوئی عرب اپنی قوم کو … خدا نے مجھے حکم دیا ہے میں تمکو اسکی طرف بلاؤں تم میں کون میری مدد کریگا اس بات پر کہ میرا بھائی اور خلیفہ ہو تم میں … سب لوگ خاموش رہے اور علی سب سے چھوٹا تھا میں نے عرض کیا حضرت میں آپکا وزیر ہوں یہ سنکر فرمایا یہ علی میرا بھائی ہے اور وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے پس تمکو لازم ہے کہ اسکی سنو اور اوسکی اطاعت کرو لوگ یہ سنکر ہنستے چلے گئے ابو طالب کو کہتے تھے کہ لو سنو تمہیں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے علی کی تابعداری کرو۔ اب جن لوگوں کو حکم رسول اللہ … دیجئے وہ تمہیں اور غور کریں کہ رسول اللہ کا خلیفہ اور وصی کون تھا اور جو لوگ خلفائے ثلثہ کو خلیفہ جانتے ہیں وہ نہیں اور مرزا قادیانی کو کیا کہیں …